دردِ فراق

حصہ دوم

لجنہ اماء اللہ ربوہ

نیا ساقی، نئے پیمانے ہونگے، انجمن ہو گی
تصرف میں نئے نباض کے نبضِ زمن ہو گی
کرے گا باغبان نو چمن کی آبیاری پھر
نئے انداز سے لاریب تزئین چمن ہوگی
مگر تیری محبت کے فسانے یاد آئیں گے
نئے نغموں میں بھی تیرے ترانے یاد آئیں گے

﴿صاحبزادی امتہ القدوس﴾

تصوير

تیرے حضور گریۂ فرقت شبِ فراق

واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا
انا فتحنا لک فتحا مبینا
ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ
خلیفۃ المسیح الرابع
امام جماعت احمدیۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لندن
26 . 2 . 9

مکرمہ آپا طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لجنہ اماء اللہ ربوہ کی مطبوعہ کتاب "فراق دردِ فراق" موصول ہوئی۔ پیشکش تو اچھی ہے۔ لیکن کئی نظمیں اس میں شامل ہونے سے رہ گئی ہیں۔ آپ وہاں مختلف رسالوں سے چیک کروائیں۔ یہاں دفتر سے بھی تلاش کر کے آپ کو بھجوا دی جائیں گی۔ انشاء اللہ باقی اس کا عنوان اگر صرف "دردِ فراق" بھی ہوتا تو کافی تھا۔ بہرحال اچھی محنت ہوئی ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

والسلام
خاکسار

خلیفۃ المسیح الرابع

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم

لندن

26-2-96

مکرمہ آپا طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لجنہ اماء اللہ کی مطبوعہ کتاب ''فراق درد فراق'' موصول ہوئی۔پیشکش تو اچھی ہے۔لیکن کئی نظمیں اسمیں شامل ہونے سے رہ گئی ہیں۔آپ وہاں مختلف رسالوں سے چیک کرائیں۔یہاں دفتر سے بھی تلاش کر کے آپ کو بھجوادی جائیں گی۔ انشاءاللہ باقی اسکا عنوان اگر صرف ''دردفراق'' بھی ہوتا تو کافی تھا۔بہرحال اچھی محنت ہوئی ہے۔اللہ قبول فرمائے۔جزاکم اللہ احسن الجزاء

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل و رحم کے ساتھ

عرض حال

شعری مجموعہ ''دردِفراق'' حصہ دوم آپکے زیر نظر ہے۔اسکا حصہ اول 2006ء میں پیش کیا گیا تھا۔

1984ء میں جب حضرت امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو پاکستان کے حالات کی وجہ سے وطن سے بے وطن ہونا پڑا تو وہ وقت افراد جماعت کیلئے سوہان روح تھا۔ چنانچہ ہجر و فراق کے درد بھرے جذبات شعروں کے روپ میں ڈھل گئے اور پھر رفتہ رفتہ جماعت کے اخبارات و رسائل کی زینت بننے لگے۔ لجنہ اماء اللہ ربوہ نے ان نظموں کو جمع کر کے دردفراق کے نام سے شائع کیا تو حضورؒ نے اپنے خط میں رہنمائی فرمائی کہ جو نظمیں شائع ہونے سے رہ گئی ہیں اُن کو بھی شامل کیا جائے۔اس ارشاد کی تعمیل میں ان تمام نظموں کی جستجو کی گئی جو چھپنے سے رہ گئی تھیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایسے شعری کلام کا ایک انبار جمع ہو گیا جس کی ایک کتاب متحمل نہیں ہو سکتی تھی،لہذا اسکے لئے حصہ دوم کا چھپنا ناگزیر ہو گیا جو اب آپ کے سامنے ہے۔

دردفراق کا اظہار لئے چند نظمیں جو حصہ اول میں شائع ہونے سے رہ گئی تھیں حصہ دوم میں پہلے انھیں جگہ دی گئی ہے۔پھر خدا تعالیٰ کے غیر معمولی افضال اور

انعامات ایم ٹی اے کی صورت میں نازل ہوئے اور ہجر میں وصل کی ایک کیفیت پیدا ہوگئی۔اس پر حضرت مصلح موعودؓ کی ایک نظم کے دو مصرے یاد آئے۔

ے ہجر میں وصل کا مزہ پا لیا میں نے ہمنشیں

ے مجھ کو بھی ان سے عشق تھا ان کو بھی مجھ سے پیار تھا

احمدی شعراء کی عقیدتیں اور محبتیں ایک نئے روپ میں سامنے آئیں پھر جب حضورؒ بیمار ہوئے تو جذبات کی صورت کچھ اور ہوئی اور اسکا رنگ بھی شعری کلام میں اُترا اور رنگ فراق کے ساتھ ساتھ ملال اور دعا کی کیفیات در آئیں۔ان تمام نظموں کو جمع کر کے درد فراق حصہ دوم ترتیب دیا گیا ہے جو کہ درد فراق حصہ اول کے مضمون کا ہی تسلسل ہے۔اُمید ہے کہ اسے بھی وہی پذیرائی حاصل ہوگی جو حصہ اول کو حاصل ہوئی۔

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

دعا کی طالب

27-02-07 خاکسار

وقارالنساء

سیکرٹری اشاعت لجنہ اماءاللہ ربوہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم　　و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

پیش لفظ

دردفراق کا ''حصہ دوم'' پیش کیا جارہا ہے۔جیسا کہ 'عرض حال' میں واضح کیا گیا ہے اس کتاب کو دو حصوں میں شائع کرنے کی بنیادی وجہ کتاب کی ضخامت تھی۔

اس حصے میں اگرچہ ''دورِہجرت'' میں فراق کے موضوع پر کہے گئے کلام کا کچھ حصہ جو کہ اول حصے میں شائع ہونے سے رہ گیا تھا بھی پیش کیا گیا ہے،لیکن اس میں بنیادی طور پر وہ کلام پیش کرنا مقصود تھا جو کہ MTA کے اجراء پر احمدی شعراء کے دلوں سے جذبات تشکر کی صورت میں پھوٹا۔ہجر کے ماروں کیلئے MTA کے ذریعے خلیفۂ وقت سے دو باتیں کہنے اور سننے کا وسیلہ ملنا ایک نعمت غیر مترقبہ تھی جسے پیاسے دلوں نے رحمتِ باری کے پہلے قطرہ کی طرح محبت اور شکر کے جذبات سے لبریز ہو کر اپنی زبانوں پر لیا۔یہی وجہ ہے کہ اس کلام سے بھی دردفراق کی کسک اور لمحاتِ وصل کی لذت ظاہر ہوتی ہے۔

پھر وہ دور بھی جماعت پر آیا جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

پردیس میں بیمار ہوئے۔ وطن میں اور وطن سے باہر ہر احمدی خلیفۂ وقت کی علالت پر تڑپ اُٹھا اور اللہ تعالیٰ کے حضور اپنا گریہ ہر شکل میں پیش کیا اور پھر دیارِ غیر میں حضورؒ کی وفات نے اس درد کو انتہائی مقام تک پہنچا دیا۔ ان تمام جذبات پر مبنی وہ سب کلام اس کتاب میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضورؒ کے درجات کو بلند فرماتا چلا جائے اور جماعت کو ہمیشہ ہمیش کیلئے خلافت کے ساتھ محبت، وفا اور اطاعت کے بے مثل و مانند جذبات میں بڑھاتا چلا جائے۔ آمین۔ اس کتاب کا مسودہ جمع کرنے کا کام مکرمہ راشدہ انور صاحبہ نے اور ترتیب اور پروف ریڈنگ کا کام مکرمہ وقار النساء صاحبہ اور مکرمہ محمودہ اختر صاحبہ نے کیا۔ مسودہ کی کمپوزنگ مکرمہ صباحت مجید صاحبہ نے کی۔ مکرم منیر احمد بسمل صاحب نائب ناظر اشاعت و انچارج ایم ٹی اے پاکستان کے بھی ممنون ہیں جن کا تعاون کتاب کے دونوں حصوں کی اشاعت میں شروع سے آخر تک رہا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا کرے آمین۔

ربوہ — خاکسار

27-02-07 — طاہرہ صدیقہ ناصر

صدر لجنہ اماء اللہ ربوہ

فہرست

ترتیب

نمبر شمار	پہلا مصرعہ	شاعر	صفحہ نمبر
1	جیسے تمہیں ہم نے چاہا ہے کون بھلا یوں چاہے گا	عبید اللہ علیم	1
2	تم اصل ہو یا خواب ہو تم کون ہو	عبید اللہ علیم	2
3	ہم گدا جب بھی صدا کرتے ہیں	مبارک احمد ظفر	4
4	اک مرد مجاہد رہتا ہے	محمودہ سعدی	6
5	خاموش ہے وہ شمعِ محبت شبِ فراق	امین اللہ خان سالکؔ	10
6	برگ و شجر اداس ہے، نگہت اداس ہے	امین اللہ خان سالکؔ	12
7	جو اُس کے ساتھ اُسی کی دعا سے اُترا ہے	حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ	13
8	رہِ حبیب میں سب کچھ نثار کرتے ہیں	محمد ابراہیم شاد	14
9	وہ روز آتا ہے گھر پر ہمارے ٹی وی پر	کلامِ طاہر	16
10	کیا ہو رہی ہے دیکھو برسات رحمتوں کی	عطاء	18
11	سات سمندر پار کسی کی ہلکی سی آواز	نسیم سیفی	20
12	زیست کی دھوپ میں اک شخص ہے چھاؤں جیسا	تہمینہ ثمین	22
13	آپ کو اپنے گھر دیکھا ہے	سیدہ فریحہ ظہور	23
14	لے کے پیغام محبت کا صبا آ پہنچی	رحمت اللہ شاکر	24
15	روز آتے رہیں یونہی سکرین پر روز یونہی مجھے آپ ملتے رہیں	عبدالکریم قدسی	25
16	کوئی بنگلہ کار ملے نہ ہم کو کوئی قالین ملے	عبدالکریم قدسی	26
17	خدائے قادر و عادل تیری ثنا کے لئے	مبشر احمد محمود	27

نمبر شمار	پہلا مصرعہ	شاعر	صفحہ نمبر
18	ٹی وی پہ نظر آئی ، تصویر پیاری سی	شیخ نصیر احمد	28
19	ڈش کی کرامت دیکھنا!	عبد السلام اسلام	29
20	کبھی دیتے ہیں ہم کو حوصلہ ہمت بڑھاتے ہیں	امتہ الباری ناصر	32
21	ایسی ہوا خدا نے چلائی ہے چار سو	نسیم سیفی	34
22	مجھ سے پوچھو ہے میرا کون امام	نسیم سیفی	35
23	ثریا سے اُترا ہے نور آکے دیکھو	میاں نسیم احمد طاہر	36
24	یاد کے سحر میں تھی اک نرالی لذت	امتہ الباری ناصر	37
25	ہم اپنا ''انتخاب نظر'' دیکھتے رہے	محمد ابراہیم شاد	38
26	یوں نہ پیار سے دیکھو خاص خاص لوگوں کو	ڈاکٹر پرویز پروازی	40
27	ایم ٹی اے نے شان ودھا کے اُچا کیتا ناں	نسیم سیفی	41
28	ٹیلی ویژن کے توسل سے وہ طاہر کا خطاب	عبد السلام اسلام	43
29	ہر وقت ایک کیفیت سا طاری ہے ان دنوں	آفتاب احمد بسمل	44
30	مرے امام کی ہر بات روح کی ہے غذا	ابوالاقبال	45
31	مرشد عقل وقلب و جان تیرا خطاب لاجواب	راجہ نذیر احمد ظفر	46
32	درونِ پردہ تصویر ہی سہی لیکن	طیبہ سروش	48
33	سوز اُترا ہے ساز اترا ہے	راجہ نذیر احمد ظفر	50
34	دیکھ کر حسن رخِ یار میں جی اٹھا ہوں	عبد الحمید خلیق	51
35	دن بدن ذوق فزوں شوق فزوں ہے ساقی!	راجہ نذیر احمد ظفر	52
36	حسن تمام رنگ و بو تازہ بتازہ نو بہ نو	راجہ نذیر احمد ظفر	53

نمبر شمار	پہلا مصرعہ	شاعر	صفحہ نمبر
37	وہ جو اک شخص محبت کا ہنر رکھتا ہے	امتہ الباری ناصر	55
38	لباس خوشبو گلاب چہرہ بہار جیسا وہ آدمی ہے	طیبہ زین	56
39	منا رہا ہے خدا کو وہ کن دعاؤں سے	راجہ نذیر احمد ظفر	59
40	اک منظر ہر سو پھیل گیا، تکبیروں سے گھر گونج اٹھے	جمیل الرحمٰن	60
41	یہ رنگ وصوت کی دنیا رواں جہاں تک ہے	محمد سلیم اختر	61
42	مرے امام میری زندگی سے پیارے امام	نجمہ رازق	62
43	توحید کا پیغام سنائے تیری آواز	سیدہ منیرہ ظہور	63
44	اک پردہ سیمیں پر لوگو	ڈاکٹر فہمیدہ منیر	64
45	رفتہ رفتہ عالمی جلسے کا منظر یوں بڑھا	یعقوب امجد	66
46	دیر کے بچھڑے یاروں سے ملکر حال سنایا ساری رات	ضیاء اللہ مبشر	67
47	مہکار رہا ہے دل کو حرف گلاب اس کا	خالد ہدایت بھٹی	68
48	ہر طرف معجزۂ حسنِ بیاں گونجتا ہے	ڈاکٹر پرویز پروازی	69
49	یہاں انسان اک دیکھا کہ دنیا سے نرالا ہے	ڈاکٹر فہمیدہ منیر	70
50	ہر شام کو تیری بزم سجے کیا رونق تو نے لائی ہے	یعقوب امجد	72
51	اے پیارے تجھ کو دیکھ کے ہی میں آنکھیں نور سے بھرتا ہوں	ضیاء اللہ مبشر	74
52	اے میری انجمن زیست سجانے والے	سید حمید اللہ نصرت پاشا	75
53	پھر ہوئی تیری منبر آرائی	راجہ نذیر احمد ظفر	76
54	وہ روبرو ہوا تو مجھ کو آئینہ بنا گیا	ڈاکٹر حافظ فضل الرحمٰن بشیر	78

صفحہ نمبر	شاعر	پہلا مصرعہ	نمبر شمار
79	حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ	وہ محبوب تیرا ہمارا خلیفہ	55
80	مبارک احمد عابد	وہی اک شجر یعنی شفقت کا سایہ	56
81	عبدالمنان شاد	جلا دینے والے بقا دینے والے	57
83	صاحبزادی امتہ القدوس	ہماری امیدوں کا مرکز ہے تو ہی ہمیں اپنی رحمت کے جلوے دکھا دے	58
86	ڈاکٹر پرویز پروازی	بیت ''الفضل'' میں اس طرح وہ چل کر آئے	59
87	محمود الحسن	تشنگانِ مئے الفت کا پیام آیا ہے	60
88	سیدہ طیبہ زین	بے قراری بسملوں کی اس کو تڑپا جائے ہے	61
90	عبدالکریم قدسی	منبر پہ کھڑا ہو کہ وہ بیٹھا نظر آئے	62
91	عبدالکریم قدسی	آنسوؤں کی انتہائیں کیجئے	63
92	ڈاکٹر فہمیدہ منیر	تیرے ضبط کی انتہا ہو گئی	64
94	مبارک احمد عابد	تیرے پھول سے چہرے پر یہ آج نقاہت کیسی ہے	65
95	امتہ الباری ناصر	یہ سوچ میں ڈوبا ہوا ٹھہرا ہوا انداز	66
97	حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ صاحبہ	قرار و سکوں دل کو آتا نہیں ہے	67
99	صادق باجوہ	ہاتھ کیوں نہ اٹھیں دعا کیلئے	68
101	ثاقب زیروی	دعا کرو کہ سروں پر رہے وہ ابر کرم	69
102	عبدالمنان ناہید	رحمت تیری نظر میں سمائی ہوئی تو ہے	70

نمبر شمار	پہلا مصرعہ	شاعر	صفحہ نمبر
71	اے مالک ہر دوسرا	چوہدری شبیر احمد	103
72	اے خدائے ذوالمنن اے شافی مطلق خدا	احمدی بیگم	105
73	آنسوؤں کی پھر کوئی برسات لیکر آ گیا	محمد افتخار احمد نسیم	106
74	دل کے درد نے کر دی مولیٰ	احمد منیب	108
75	یوں تو در قبول پر میں کیا مری پکار کیا	احمد مبارک	109
76	وہ جو محبوب سب کا پیارا ہے	مبشرہ بشارت	110
77	وعلیکم السلام اے آشنائے کوئے یار	راجہ محمد یوسف	113
78	کوئے جاناں میں صدا کر دیکھیں	مبارک احمد ظفر	114
79	تو تو ہر بات پہ قادر ہے شفا کے مالک!	عطاء المجیب راشد	115
80	میرے حضور کچھ تو ذرا بات کیجئے	نثار باجوہ	116
81	ہم اہل درد کا وہ ایک ہی سہارا ہے	آصف محمود باسط	117
82	تم نے ہمیشہ کی ہمیں فتح مبیں عطا	امتہ الباری ناصر	119
83	پھول بھیجے ہیں چاند تاروں نے	عبدالکریم قدسی	121
84	وہ زندگی انہیں اے میرے کارساز دے	شاہدہ سید	122
85	بہتا ہے لہو میں وہ مری روح رواں ہے	جمیل الرحمٰن	124
86	ہر چشم نم سے اشک کے دھارے! دعا دعا	ضیاء اللہ مبشر	125
87	دعا پہ زور تھا لا تقنطو ا سہارا تھا	ڈاکٹر پرویز پروازی	127
88	ہمارے پیارے آقا کو خدا عمر خضر بخشے	الحاج محمد افضل خان	128
89	چمکا وہ آسمانِ خلافت پہ اس طرح	منصور احمد (بی ٹی)	129

نمبرشمار	پہلا مصرعہ	شاعر	صفحہ نمبر
90	آج جب نکلا تھا سورج رات ڈھل جانے کے بعد	رضوانہ اکرام	130
91	خیال وخواب میں ہر دم تیری تصویر دیکھیں گے	عبدالسلام اسلام	132
92	پہلے ہی ہم ہجر کے مارے تھے از حد بے قرار	مبارک احمد عابد	136
93	رخصت کی جو تیاری ہنگام سفر ہو گی	احمد مبارک	138
94	م - منبع علم وعمل اور پیکر صدق وصفا	ڈاکٹر محمود الحسن	140
95	یہ کس کی جدائی پہ زمین کانپ اُٹھی ہے	طیبہ رضوان	142
96	ہم کو روتا اور تڑپتا چھوڑ کر	عبدالکریم قدسی	143
97	اک مہرباں جو خوشیاں سدا بانٹتے رہے	چوہدری شبیر احمد	144
98	ہر دل دلِ حزین ہے ہر آنکھ اشکبار	احمد منیب	146
99	اے جانے والے پیارے روتے ہیں غم کے مارے	مقصود الحق	147
100	لمحہ لمحہ شمار کرتے رہے	محمد طاہر ندیم	148
101	چمک رہے ہیں بھنور آنسوؤں کے، پانی میں	جمیل الرحمٰن	150
102	یہ تم نے کیا کیا جاناں ۔ یہ تم نے کیا کیا جاناں	صاحبزادی امتہ القدوس	153
103	تیری ملکوتی آواز میں پروئے الفاظ	ہدایت اللہ ہبش	158
104	وہ راہ بچھی آنکھوں کا مہمان، مری جان	ضیاء اللہ مبشر	161
105	حضور بزم سے یوں روٹھ جایا کرتے نہیں	مبشر احمد محمود	162
106	دل کا سرور ہونٹوں سے مسکان لے گیا	وسیمہ قدسیہ	163
107	اک حسیں دلبر حسیں چہرہ دکھا کر چل دیا	پروفیسر سراج الحق قریشی	164
108	اے حسیں ! اے مرے دل کے مکیں !	امتہ القدوس شمس	165

نمبرشمار	پہلا مصرعہ	شاعر	صفحہ نمبر
109	میں کرب کے کیسے مرحلوں سے گزر رہی ہوں یہ کون جانے	صاحبزادی امتہ القدوس	167
110	عظیم قائد وہ پیارا رہبر	الطاف حسین	170
111	جو محبت میں تری مسرور تھا مخمور تھا	احمدی بیگم	172
112	کانوں میں زندگی کا رس گھولتا ہوا	ظہورالدین بابر	173
113	جو سبھی پیاروں سے پیارا تھا حسینوں کا حسیں	عبدالکریم قدسی	174
114	جیا تو بن کے جیا آہنی دیوار کوئی	بشارت احمد بشارت	175
115	تم وہی چاند جس کے اُجالے کو ہم	ڈاکٹر فہمیدہ منیر	176
116	ہیں ہم تو راضی تیری رضا میں، رہیں گے یونہی وفا کے پیکر	بشریٰ ھما بھٹی	179
117	دل جسکو چاہتا تھا سدا	سید عطاالقادر شاہ ترمذی	180
118	خوش نوا، پاک وہ محبوب خدا، طاہر تھا	ہاشم سعید	183
119	غم طاہر سے ہم پر گھپ اندھیرا چھا گیا ہے	الحاج محمد افضل خان	183
120	آنکھ ہے نمناک، دل مسرور ہے	عبدالکریم قدسی	184
121	وہ جو اک شخص ترے غم میں گھلا رہتا تھا	عطاالمجیب راشد	185
122	دشت غربت میں ایک ہجراں نصیب	عبدالمنان ناہید	187
123	ہجر کے رنج والم دل میں بسائے رکھنا	عبدالصمد قریشی	191
124	کیسے سنائیں تازہ خبر بھی ہے ہولناک	شاعر لاہور	192
125	کل نفس ذائقة الموت کا بھی علم ہے	عبدالکریم قدسی	192

نمبر شمار	پہلا مصرعہ	شاعر	صفحہ نمبر
126	میری خاک فخر زمین رہے، میرا بخت شانِ زماں رہے	ایچ۔آر۔ساحؔر	193
127	آپ کے جو قلم سے رقم ہوگئی	درثمین طاہر	196
128	تیرا خیال کرامت ترا قلم اعجاز	سلیم شاہجہان پوری	197
129	آنسو پینے غم کھانے سے فرصت تھی کب	عبدالکریم قدسی	198
130	چھوڑا ہو رب نے ہم کو	عبدالکریم قدسی	198
131	فرقت زدہ دلوں کے مسیحا کی یاد میں	ڈاکٹر فضل دین مجبور خٹک	199
132	لے گیا طاہر کو ہے جو اپنے پاس	عبدالکریم قدسی	200
133	جو صبح نو کی بشارتوں کا پیامبر تھا	ڈاکٹر عارف ثاقب	201
134	وہ جو دور دیس میں بس گیا، وہ جو دیکھنے میں غریب تھا	ڈاکٹر عارف ثاقب	204
135	کیوں باغ میں شور سا بپا ہے	سلیم شاہجہانپوری	205
136	فضائے عالم امکاں پہ چھا گیا وہ شخص	سلیم شاہجہانپوری	206
137	وہ ہر دل کی دھڑکن وہ آقا مرا	یونس احمد خادم	209
138	اس عہد کے سورج کو لئے سر پہ چلے ہیں	فرحت ضیاء راٹھور	212
139	تم نے کہا تھا متوالوں سے ہم آن ملیں گے صبر کرو	سید قمر سلیمان احمد	214
140	آج خورشید کی خو میں آہ تھی تو موج صبا میں درد تھا	شہناز ملک	216
141	اُم طاہر کے پسر، فضل عمر کے جانشین	امتہ القیوم اعجاز	217
142	ہم دور سے کسی کو پکارے چلے گئے	متین غزل	219
143	اُٹھتا ہے دھواں دل سے جب یاد تیری آئے	امتہ الرفیق ظفر	220

نمبر شمار	پہلا مصرعہ	شاعر	صفحہ نمبر
144	وہ اک شخص نہیں تھا، وہ اک زمانہ تھا	امتہ الرفیق طاہرہ	220
145	کیسی تاریکی سی تاریکی ہے ساکن ہے ہوا	امتہ القدیر ارشاد	221
146	غم جیت جائے اور جب انسان ہار جائے	ڈاکٹر فہمیدہ منیر	223
147	سارا عالم جاں بہ لب اک عہد کی رحلت کے بعد	اظہر احمد بزمی	226
148	جو تھا سراپا ناز وہ آخر چلا گیا	عبدالسلام اسلام	227
149	وہ جو اک شخص تھا خاموش دعاؤں جیسا	قدسیہ حمید	228
150	وہ نورانی چہرہ جو روٹھا ہے ہم سے	آصفہ رضوان	229
151	اک درد تھا کہ جس کا مداوا نہ ہو سکا	فرح جبیں	230
152	مطمئن نفس بن کے پیارے حضور	ڈاکٹر حنیف احمد قمر	231
153	تھے مجھ کو جان سے پیارے تم تمہیں نہ بھول پاؤں گی	مبشرہ بشارت	232
154	اک شام غمزدہ نے دنیا مری ہلا دی	ضیاء اللہ مبشر	235
155	دھوپ میں سارے کھڑے تھے سائباں کوئی نہ تھا	عبدالسلام اسلام	236
156	وہ اک بادل	رشید قیصرانی	238
157	اک ہجر میرے شہر کی آنکھوں میں بسا کے	تمہینہ ثمین	241
158	اک زلزلہ سا دل پر لا کر چلا گیا	در ثمین طاہر	242
159	**یا قادر رب الوری**	پروفیسر محمد اسلم صابر	243
160	زندگی بن کے رگ و پے میں سما گیا	نعیم اللہ باجوہ	246
161	کبھی سوچا نہ تھا میں نے کہ ایسا دن بھی آئیگا	ڈاکٹر فہمیدہ منیر	247
162	اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا	منصور احمد (بی ٹی)	252

نمبر شمار	پہلا مصرعہ	شاعر	صفحہ نمبر
163	جوان گلاب سی آنکھوں کو خواب کر کے گیا	ملک مبشر احمد ریحان	253
164	وہ دور تھا مگر قلب و نظر میں رہتا تھا	حمید المحامد حامد	254
165	دل میں درد، درد میں آنسو ہیں پیار کے ماہنامہ انصار اللہ دسمبر 2003ء	مولانا مصلح الدین احمد راجیکی	256
166	ہے ذکر حضرت طاہر مجھے خاموش رہنے دو!	عبد السلام	258
167	بے سبب سی ہے اداسی رونقوں کے باوجود	صاحبزادی امۃ القدوس	260
168	سارا چمن اداس ہے وہ گلبدن گیا	سلیم الدین سیف	263
169	یاد آتا ہے مجھے اے خوش بیاں لہجہ تیرا	ارشاد عرشی ملک	264
170	سیدا! آپ جو باطل کے مقابل ٹھہرے	نصرت تنویر	265
171	کتنے سکوں سے کھینچ کر ہے اجل لے گئی	درثمین طاہر	267
172	قرب کا طالب رہا، قرب خدا کو پالیا	عطاء المجیب راشد	268
173	ہے خامشی زمیں پر ہلچل ہے آسماں میں	ڈاکٹر فہمیدہ منیر	269
174	وہ اک لمحہ مری نگاہوں میں منجمد ہو کے رہ گیا ہے	تہمینہ ثمین	271
175	محبت کی جوت ایسی جگا کر چلے گئے	اعظم نوید	273
176	راہی خلد بریں! تیری صدا باقی ہے	ضیاء اللہ مبشر	275
177	دھوپ کی گہری تپش میں ہم پہ بادل آپ تھے	مبشر خورشید	276
178	جانے والے! تیری رفاقت کا	عبد المنان ناہید	279
179	کل رات تیری بستی کہ جاں سے گزر گئی	نجیب احمد فہیم	282

نمبر شمار	پہلا مصرعہ	شاعر	صفحہ نمبر
180	جس سے تھی دوڑ دل کی ہماری بندھی ہوئی	خالد ہدایت بھٹی	283
181	سورج تھا کہکشاؤں کے جھرمٹ قریب تھے	ناصر احمد سیّد	286
182	بہیں اشک کیوں نہ پیارے، نہیں ضبط غم کا یارا	ڈاکٹر مہدی علی چوہدری	288
183	مجھے افسوس کرنا ہے	امتہ الباری ناصر	290
184	شہر ہے اک درد کا منظر ترے جانے کے بعد	عبدالمنان ناہیدؔ	295
185	دھنک تیری صداؤں کی ہواؤں میں مہکتی ہے	مبارک احمد عابدؔ	297
186	اجل یہ روپ عجب آہ تم نے دکھلایا	مصباح دسمبر 2003	299
187	ہر گھڑی سوچتی رہتی تھی کہ خط آئے گا	امتہ الباری ناصر	300
188	الوداع الوداع! اے یار جانی الوداع	ملک مقصود احمد رہتاسی	303
189	طاہر جاناں ترے جانے سے ہیں رنجور دل	محمد افتخار احمد نسیم	307
190	شانِ خدا ہی تو تھا تیرا سایۂ شفقت	زاہدہ عارف	308
191	تیرے اوصاف کریمانہ کہاں تک ہوں بیاں	محمد افتخار احمد نسیم	310
192	اک شخص جو سراپا محبت تھا پیار تھا	محمد افتخار احمد نسیم	314
193	کیا سوچ کے دنیا سے کوئی دل کو لگائے	محمد افتخار احمد نسیم	319
194	دل میں وصال یار کی اک آس رہ گئی	جوادالکریم جواد	320
195	وہ محبتیں وہ عنائیتیں وہی شفقتیں کہ جو ہم سے دامن چھڑا گئیں	عفاف اظہر	321
196	یہ دل تو تیرا دیوانہ تھا طاہر	اُم قاصد زیبی	322
197	جدا ہوا دلوں کو حزیں بنا کر جو شخص دھوپ میں سایہ تھا	طیب شہزاد	324

صفحہ نمبر	شاعر	پہلا مصرعہ	نمبر شمار
325	امتہ الرفیق ظفر	اٹھتا ہے دھواں دل سے جب یاد تیری آئے	198
327	صبیحہ منصور	کہیں دور کتنا سکوت تھا	199
330	صبیحہ منصور	یونہی غمزدہ ہمیں چھوڑ کر میری جانِ جاں کہاں چلے	200
332	خواجہ عبدالمومن	غم خوار تھے ہمارے وہ محسن چلے گئے	201
333	خواجہ عبدالمومن	کتنا دلکش وہ کتنا پیارا تھا	202
334	امتہ القدوس ملک	تم نے کہا تھا آن ملیں گے بس اب لوٹ کے آؤ ناں	203
336	چوہدری نعیم احمد قمر	نہیں تیرے فراق میں ایک ایسا بھی مقام آیا	204
337	احمد منیب	آنکھ میں جو ہے رتجگا ہے	205
339	احمد منیب	وہ میرے قلب وجگر میں مرے لہو میں تھا	206
340	محمد صادق جنجوعہ	اُنّی سال جدائی کٹّی اکے آس سہارے	207
342	طاہر بٹ	سارے ہی زخم قوم کے سہلا گیا وہ شخص	208
343	محمد صادق جنجوعہ	جب عدد کا بڑھ گیا شور وفغاں	209
345	عبدالمنان ناہید	میرے محبوب تیرے بعد بھی میں	210
347	رضیہ درد عاطف	وہ سراپا عفو سب کا تھا فقط میرا نہ تھا	211
349	محمد افتخار احمد نسیم	غم فرقت میں یہ جلتا بدن لیکر کہاں جاؤں!	212
351	سید طاہر احمد زاہدؔ	رخصت ہوا ہر آنکھ کو کر کے وہ تر گیا	213
352	محمد افتخار نسیم	کسی کی یاد میں ڈوبی کوئی تو داستاں کہہ دو	214
354	طاہر بٹ	کیا قیامت ہم پہ ٹوٹی ہے تیرے جانے کے بعد	215
355	محمد افتخار نسیم	تیری یادوں کو سینے سے لگائے جی رہے ہیں ہم	216

نمبر شمار	پہلا مصرعہ	شاعر	صفحہ نمبر
217	باغِ مسیح کے نور سے دھوئے ہوئے گلاب	خانم رفیعہ مجید	358
218	شکایت ہے نہ کچھ تم سے گلا ہے	محمد آصف عدیم	359
219	منزل کی بات اور ہے منزل تو پا گیا	عطاء القدوس طاہرؔ	360
220	ہنستے ہوئے سہتے رہے صدمات مسلسل	قریشی فائق محی الدین	361
221	تو ٹھنڈی گھنی چھاؤں سے لبریز شجر تھا	امتہ الرشید بدر	362
222	خبر اک آج لندن سے بہت پرسوز آئی ہے	ظہور احمد ناصر	364
223	کیا تھا سماں بہار کا	سید طاہر احمد زاہد	369
224	اے جانے والے تجھ پر رحمت خدا کرے	سید طاہر احمد زاہد	372
225	اداسی، اداس موسم	درثمین طاہر	373
226	بادباں بھی وہی ناؤ بھی، کنارے بھی وہی	ایچ۔آر۔ساحر	375
227	اس شام کے دھندلے منظر میں اک خوف وحذر کا طوفاں تھا	محمد سلیم اختر	377
228	آنکھیں موند کے اک لمحے میں زیست کا منظر بدل دیا	راجہ غالب احمد	379
229	میں نے جو اس دلِ مسرور کی بیعت کی ہے	صابر ظفر	380

تم اصل ہو یا خواب ہو تم کون ہو
تم مہر ہو مہتاب ہو تم کون ہو

جو آنکھ بھی دیکھے تمہیں سر سبز ہو
تم اس قدر شاداب ہو تم کون ہو

تم لب بہ لب تم دل بہ دل ، تم جاں بہ جاں
اک نشہ ہو اک خواب ہو تم کون ہو

جو دست رحمت نے میرے دل پر لکھا
تم عشق کا وہ باب ہو تم کون ہو

میں ہر گھڑی اک پیاس کا صحرا نیا
تم تازہ تر اک آب ہو تم کون ہو

میں کون ہوں وہ جس سے ملنے کے لئے
تم اس قدر بے تاب ہو تم کون ہو

میں تو ابھی برسا نہیں دو بوند بھی
تم روح تک سیراب ہو تم کون ہو

یہ موسم کمیابی گل کل بھی تھا
تم آج بھی نایاب ہو تم کون ہو

چھوتے ہو دل کچھ اس طرح جیسے صدا
اک ساز پر مضراب ہو تم کون ہو

دل کی خبر دنیا کو ہے تم کو نہیں
کیسے مرے احباب ہو تم کون ہو

وہ گھر ہوں میں جس کے نہیں دیوارودر
اس گھر کا تم اسباب ہو تم کون ہو

اے چاہنے والے مجھے اس عہد میں
میرا بہت آداب ہو تم کون ہو

﴿عبیداللہ علیم﴾

ہم گدا جب بھی صدا کرتے ہیں
درِ افلاک کھلا کرتے ہیں

جس سے ہے ناطۂ بیعت اس سے
عشق کرتے ہیں وفا کرتے ہیں

طوق طاعت کا پہن کر ہم ہی
پا بہ زنجیر چلا کرتے ہیں

آل احمدؐ سے محبت کر کے
رسم اجداد ادا کرتے ہیں

ہم میں وہ جذب جنوں ہے جس پر
سنگِ دشنام پڑا کرتے ہیں

رخ عاصی کے وضو کی خاطر
اشک آنکھوں سے ڈھلا کرتے ہیں

شب تاریک میں تنہا اکثر
غیب کے ساتھ رہا کرتے ہیں

پھر جلا کر تیری یادوں کے چراغ
دل کے آنگن میں ضیاء کرتے ہیں

اک تمنا لیے عمر خضر کی دل میں
ہم تیرے حق میں دعا کرتے ہیں

﴿مبارک احمد ظفر﴾

اک مرد مجاہد رہتا ہے
دور پرائے دیسوں میں
وہ ہم کو تڑپتا چھوڑ گیا
اِن ہجر کی لمبی راتوں میں
دن رات سُلگتے رہتے ہیں
چپ ہیں سب کچھ سہتے ہیں
قربان ہو اُس پہ سارا وطن

پردیس سے آنیوالے بتا
کس حال میں ہے وہ جانِ وطن

ہم صدقے اُسکی ہجرت پر
ہم قرباں اسکے جذبے پر
وہ سارے دلوں کا متوالا
ہے اُسکی حکومت ہر دل پر
محمود کا ہے یہ لختِ جگر
مریم کی آنکھ کا نور نظر
ہے اُس سے ساری شان وطن

پردیس سے آنیوالے بتا
کس حال میں ہے وہ جانِ وطن

اللہ کی شان نرالی ہے
مغرب سے سورج نکلا ہے
ظلمت کے گھنیرے سایوں میں
اک نور کا جلوہ دیکھا ہے
اُس مرد خدا کی مسیحائی نے
بے نور دلوں کو سینچا ہے
وہ سب کا امیں سالار وطن

پردیس سے آنیوالے بتا
کس حال میں ہے وہ جانِ وطن

سنتے ہیں وہاں پر صبح و مسا
عرفان کی بارشیں ہوتی ہیں
قرآن کے علم و عرفاں کی
ہر سو نہریں بہتی ہیں
اذاں کی صدائیں گونجتی ہیں
توحید کی باتیں ہوتی ہیں
خوش ہے وہاں پر ہر اک مَن

پردیس سے آنیوالے بتا
کس حال میں ہے وہ جانِ وطن

یاں ہر سو اُداسی چھائی ہے
اور غم کی گھٹا لہرائی ہے
نینوں میں بسی ہے برکھا رت
سینے میں آگ لگائی ہے
جانے تیرا کب ہو درشن
ہر دل سے صدا یہ آئی ہے
کب لوٹ کے آؤ گے شاہ ایمن

پردیس سے آنیوالے بتا
کس حال میں ہے وہ جانِ وطن

اللہ کی رحمت ہو اُسپر
ہر گھڑی اُسی کا سایہ ہو
ہر وقت اُسی کی اماں میں رہے
ہر گام پہ نصرت باری ہو
اسلام کا پھر فاتح بن کر
لوٹ کے آئے شاہ وطن

پردیس سے آنیوالے بتا
کس حال میں ہے وہ جانِ وطن

تو چپ چپ کیوں ہے پردیسی
کچھ تو بھی اسکا حال سنا
کس حال میں ہے وہ جان وطن
کچھ اسکے دل کا حال بتا
کیا اب بھی اسکے سینے میں
باقی ہے ہماری چاہ بتا
کیا بھولا نہیں ہے یار ہمیں
ہے اسکے دل میں یاد بتا
لِللہ بتا لِللہ بتا
پردیس سے آنیوالے بتا
کس حال میں ہے وہ جانِ وطن

محمودہ سعدی

خاموش ہے وہ شمعِ محبت شبِ فراق
کیونکر بپا ہے شورِ قیامت شبِ فراق
کیا کچھ ہے دیکھ شب کی اذّیت شبِ فراق
کیا کچھ ہے دیکھ بغض و عداوت شبِ فراق
تخریب کا شکار ہے نظارہ چمن
کیا کھو گئی ہے شوق کی بہجت شبِ فراق
دل کے لئے ہے کیا کوئی تسکین کا سبب
اے محرمان حسن طریقت ! شبِ فراق
کیونکر مٹا رہے ہو پھر تقدیس کے نقوش
اے کاش کچھ ہو پاس روایت شبِ فراق
سب وشتم ہے زمرۂ اغیار کا مزاج
اس عجز میں نہاں مری صولت شبِ فراق
آماجگاہ حسن کو مقتل بنا دیا
تیرے حضور گریۂ فرقت شبِ فراق
اک درد بے کراں ہے کیا ساعت وہ کرب کی
رخصت ہوئے امام ہدایت شبِ فراق

اس فکرِ دلخراش سے گھبرا گیا ہے دل
آئے گی کب رجوع کی ساعت شبِ فراق

ہے بے قرار دل ، اسے پیہم یہ جستجو
آئے گا کب وہ مردِ سلامت شبِ فراق

آئے گا پھر وطن میں وہ فخرِ وطن ، متیٰ؟
آئے گی کب وہ وصل کی ساعت شبِ فراق

مقبول بارگاہ ہو اک عجز کی دعا
مشکل کشا ہو شب کی ارادت شبِ فراق

پھر کوندتی ہیں اپنے نشیمن پہ بجلیاں
کیا دکھ کا ماجرا ہے یہ کلفت شبِ فراق

آنسو چھلک رہے ہیں، تڑپتا ہوں بے قرار
دلدوز ہے یہ دل کی حکایت شبِ فراق

ہو سربلند نام خدائے قدیر کا
ہو اور بھی فزوں یہ اک چاہت شبِ فراق

دل بجھ گیا ہے خانہ ظلمت کو دیکھ کر
قربت ہو آپ کی اک عنایت شبِ فراق

ہر سمت کیا محیط ہیں بے کیف ظلمتیں
ہے پھول پہ کہاں وہ صباحت شبِ فراق

﴿امین اللہ خان سالکؔ﴾

برگ و شجر اداس ہے، نگہت اداس ہے
شام و سحر اداس ہے، ساعت اداس ہے

جلوت اداس، صاحبِ جلوت اداس ہے
اس بے کراں جنوں میں اخوت اداس ہے

حسنِ سحر اداس، چمن کی روش اداس
بے کیف ہے یہ شمع یہ روضہ اداس ہے

طور سخن اداس ہے، حسن سخن اداس
کیا انتہائے شوق، درایت اداس ہے

بے مہری و تفاوتِ قول و عمل محیط
یعنی چمن میں خوئے طریقت اداس ہے

محرومیٔ صحاب سے بے کیف ہے نگاہ
اے آشنائے بزم رفاقت اداس ہے

﴿امین اللہ خان سالکؔ﴾

جو اُس کے ساتھ اُسی کی دعا سے اُترا ہے
یہ مائدہ ہے ڈشوں میں اُتار کر دیکھو

رہِ حبیب میں سب کچھ نثار کرتے ہیں
ہم ایک بار نہیں بار بار کرتے ہیں

بسا کے دل میں محبت کی اک نئی بستی
مکانِ دل کے مکینوں سے پیار کرتے ہیں

کیا ہوا ہے تیرے ساتھ ایک ''عہدِ وفا''
ہم اپنے عہد کو پھر اُستوار کرتے ہیں

لگی ہوئی ہیں تیری راہ پر مری آنکھیں
مرے نگار ترا انتظار کرتے ہیں

ترے جنونِ محبت کی بے خودی میں بسر
ہم اضطراب سے لیل و نہار کرتے ہیں

وہ اپنے روئے منور کی بے حجابانہ
جھلک دکھا کے ہمیں بے قرار کرتے ہیں

خدا کا نور برستا ہے ان کے چہرے پر
وہ بے نقاب رُخِ تابدار کرتے ہیں

کسی میں تاب نہیں ہے کہ ان کو دیکھ سکے
جمال و حسن کو جب آشکار کرتے ہیں

وفا و مہر میں یکتائے روزگار ہیں وہ
کہ ہم پہ لطف و کرم بے شمار کرتے ہیں

ہمیں کسی سے بھی نفرت نہیں ہے عالم میں
خدا کے واسطے ہم سب سے پیار کرتے ہیں

کبھی جو پیار و محبت کے گیت گاتے تھے
وہ آج پہلوتہی اختیار کرتے ہیں

خدا نے صبر و سکینت دیا مصائب میں
اسی کے فضل پہ ہم انحصار کرتے ہیں

نہیں کچھ اس کے سوا شاد جنت الفردوس
وہ اپنے بندوں میں تجھ کو شمار کرتے ہیں

محمد ابراہیم شاؔد

وہ روز آتا ہے گھر پر ہمارے ٹی وی پر
تو ہم بھی اب اسے انگلینڈ چل کے دیکھتے ہیں

وہ جس کی بچے بھی کرتے ہیں پیشوائی روز
اور وہ اس کو شوق سے سنتے ہیں بلکہ دیکھتے ہیں

عجب مزا ہے جب اردو کلاس ہوتی ہے
تو چھوٹے لڑکے بھی بلیوں اچھل کے دیکھتے ہیں

سنا ہے پیار وہ کرتا ہے غم کے ماروں سے
تو ہم بھی درد کے قالب میں ڈھل کے دیکھتے ہیں

ہے ایم ٹی اے بڑا مقبول ، اس کو پنجابی
لگا کے اپنے گھروں پر ۔ دَبَل ، کے دیکھتے ہے

جو غیر احمدی سندھی ہیں ملاں کے ڈر سے
وہ چھپ کے احمدی گوٹھوں میں چل کے دیکھتے ہیں

پٹھان مُلّا کو ہیں اپنے گھر ہی لے جاتے
اور اس کا چٹکیوں میں دل مسل کے دیکھتے ہیں

غریب تھل کے ، دوکانوں میں ٹیلی ویژن کی
بڑی لگن ، بڑی چاہت سے 'کھل' کے دیکھتے ہیں

خدا کے فضلوں پر ہوتا ہے اپنا دل ٹھنڈا
تو مولوی ہمیں کیوں اتنا جل کے دیکھتے ہیں

عروج اپنا مقدر ہے اور ان کا زوال
یہ وہ ابال ہے جس میں ابل کے دیکھتے ہیں

ہمارے حال کے آئینے میں جھانکتے ہیں
تو اس میں اپنے زبوں حال ، کل کے دیکھتے ہیں

﴿کلامِ طاہر۔جلسہ سالانہ یوکے 2000ء﴾

کیا ہو رہی ہے دیکھو برسات رحمتوں کی
نظرِ کرم ہے اسکی بارش ہے برکتوں کی

مدت سے آرزو تھی دیدار ہو خدایا
ٹی وی پہ تو نے مولا آقا سے ہے ملایا
ہر روز ماہِ رُخ کا چہرہ ہمیں دکھایا
جلوہ فگن ہے ہم پہ تیرے کرم کا سایہ

کوئی نہیں نہایت تیری محبتوں کی
دیکھو تو کس قدر ہے برسات رحمتوں کی

زندانیوں کو تو نے تازہ حیات دی ہے
معصوم قیدیوں کو تو نے نجات دی ہے
یہ سر بسر عنایت بس تیری ذات کی ہے
اپنی بہادری کی کب میں نے بات کی ہے

گنتی نہیں ہے ممکن تیری عنایتوں کی
دیکھو تو کس قدر ہے برسات رحمتوں کی

مومن کی شان تو ہے صبر و رضا سے رہنا
جو رنج و غم بھی آئے ہنس ہنس کے اُسکو سہنا
دشمن کو اپنے ہرگز دشمن کبھی نہ کہنا
غم کے سمندروں میں اک موج بن کے رہنا

مومن تو سوچتا ہے ہر آن رفعتوں کی
دیکھو تو کس قدر ہے برسات رحمتوں کی

رحمت کا تیری مولا ابرِ کرم ہے جاری
گرمی ہو یا کہ سردی رہتا ہے جاری ساری
فرقت میں رو رہی ہے برہن یہ غم کی ماری
جب دید ہوگی اسکی تب عید ہو ہماری

کب ہو گی منتظر ہیں تبدیلی موسموں کی
ہو تو رہی ہے لازم برسات رحمتوں کی

﴿عطآء﴾

سات سمندر پار کسی کی ہلکی سی آواز
بن جاتی ہے روحوں کی بیتابی کی ہمراز

پَر والوں کو لے ڈوبا ہے کس بَل کا احساس
وہ کیا جانیں، وہ کیا سمجھیں، بے پَر کی آواز

میں نے پاؤں پاؤں چل کر منزل پانا چاہی
تو نے دی رفتار کو تیزی وہ بھی بے انداز

یوں لگتا ہے راتوں رات بہت کچھ ادلا بدلا
یوں لگتا ہے میرے عجز کا ہے یہ کوئی راز

ایک اکیلا آج کروڑوں کی صورت میں جھلکا
تیرے منہ کی ہر اک بات ازل سے ہے اعجاز

میرے شہر کے کوچے کوچے میں ہے ایک صلیب
میرے شہر میں دارو گیر ہے جینے کا انداز

لہروں لہروں تیر کے ہم طوفانوں سے ٹکرائے
ہر منجدھار کو غور سے دیکھ کے جانا، خانہ ساز

سچی بات کی خوشبو ہر سو ہر دم پھیلتی جائے
جھوٹ اکیلا رہ جاتا ہے بے دم، بے دمساز

میرے زخموں سے آتی ہے پھولوں کی خوشبو
میرے آنسو ہیں دَرپردہ خوشیوں کے غماز

کاش نسیمؔ زمانہ ہم سے مل کر چلتا جائے
دنیا بھر کی خدمت اپنی خدمت کا ہے راز

﴿نسیمؔ سیفی﴾

زیست کی دھوپ میں اک شخص ہے چھاؤں جیسا
اس کا ہونا ہے بہاروں کی ہواؤں جیسا

اس نے اندر کے اندھیروں کو اجالے بخشے
پیاسی روحوں کو، وہ ساون کی گھٹاؤں جیسا

جب کبھی بھی کسی مشکل نے ہمیں آ گھیرا
مجھ کو وہ شخص لگا ماں کی دعاؤں جیسا

اس کی عادت ہے، جلائے گا محبت کے چراغ
گرچہ دشمن کا رویہ ہے ہواؤں جیسا

جب بھی وہ ہونٹ ہلے نور کی برسات ہوئی
اس کا ہر قول ہے سورج کی شعاعوں جیسا

غیر ممکن ہے کہ دکھلا دے نمونہ کوئی آج
اک خلافت سے کروڑوں کی وفاؤں جیسا

﴿تہمینہ ثمین﴾

آپ کو اپنے گھر دیکھا ہے
اور نظر بھر کر دیکھا ہے

شان خدا پہ دل بھر آیا
قطرے میں ساگر دیکھا ہے

کون دبا سکتا ہے ہم کو
ہر آنسو گوہر دیکھا ہے

سارا جہاں اب زیر نگیں ہے
یہ بھی اک منظر دیکھا ہے

اپنی قوم کو میں نے یارب!
ہر دکھ میں صابر دیکھا ہے

پاک نبی کے صدقے فریحہ
طاہر کو برتر دیکھا ہے

﴿سیدہ فریحہ ظہور﴾

خطبۂ عید سب جہاں میں ایک
کیسی عید سعید گزری ہے

﴿راجہ نذیر احمد ظفر﴾

لے کے پیغام محبت کا صبا آ پہنچی
اہل یورپ کے گھروں میں یہ ندا جا پہنچی

مُردہ ارواح سماعت سے ہیں اب تک محروم
ان کے کانوں میں بھی طاہر کی صدا جا پہنچی

سینکڑوں سال سے جو ملک تھے بیمار و سقیم
کھول کر کان وہ سن لیں کہ دَوا آ پہنچی

شب گزیدہ جو بُھلا بیٹھے تھے اندازِ سحر
ان کے تاریک دریچوں میں ضیاء جا پہنچی

یہ بھی اعجاز مسیحائی کی ہے ایک جھلک
دورِ قحطِ غمِ الفت میں غذا آ پہنچی

شرک کی دھوپ میں جھلسے ہوئے مایوس نہ ہوں
زندگی بخش فضاؤں کی ہوا آ پہنچی

ہاتھ میں ہاتھ ہو وہ وقت بھی آ پہنچے گا
یہ بھی کیا کم ہے کہ خوشبوئے حنا آ پہنچی

﴿رحمت اللہ شاکرؔ﴾

روز آتے رہیں یونہی سکرین پر روز یونہی مجھے آپ ملتے رہیں
میری ویران بزمِ سخن میں یونہی لفظ و اظہار کے پھول کھلتے رہیں

میرے صحن چمن میں اُترتی رہے ساتھ خوشبو کے حسنِ بیاں کی صبا
یوں زرِفکر کے سکّے گرتے رہیں میرے محبوب کے ہونٹ ہلتے رہیں

میری تخلیق کے ننھے ننھے پرندوں پہ لفظوں کی روزی اترتی رہے
پھر یہ کمزور اور ناتواں قافلے منزلوں کی طرف یونہی ٹھلتے رہیں

خوف اور خامشی کی کڑی دھوپ میں کس کو چاکِ گریباں کا تھا ہوش تک
روز یونہی جو وہ مسکراتے رہیں چاک سینوں کے اپنے بھی سلتے رہیں

تشنہ تشنہ سوالوں کے خوابوں کو قدسیؔ جو تعبیر کی بھیک ملتی رہے
اور اٹے ہیں صدی کی جو گردِ تعصب میں معصوم چہرے وہ کھلتے رہیں

﴿عبدالکریم قدسیؔ﴾

کوئی بنگلہ کار ملے نہ ہم کو کوئی قالین ملے
مولا سائیں ! ٹی وی ملے اور ٹی وی بھی رنگین ملے

سنتے ہیں روزانہ آتا ہے وہ درشن دینے کو
جی بھر کے ہم دیکھیں اسکو ، آنکھوں کو تسکین ملے

خواہش ایک کھلنڈرا بچہ ، جیسا بھی ہے سچا ہے
دنیا مانگے تو مت دینا مولا! اس کو دین ملے

یا پھر ہمت دے کہ اڑ کر اُس کے پاس پہنچ جاؤں
ملیں پر پرواز بھی اور پھر جذبۂ شاہین ملے

قادرِ مطلق کے گھر قدسی کسی بھی شئے کی کمی نہیں
مانگ خدا سے سب کچھ لیکن ساتھ یہ کہہ 'آمین' ملے

﴿عبدالکریم قدسی﴾

خدائے قادر و عادل تری ثنا کے لئے
تمام لفظ میرے وقف ہیں دعا کے لئے

ہوا کے دوش پہ لاکھوں گھروں میں دَر آیا
نکل گیا تھا جو گھر سے کبھی خدا کے لئے

عجیب خیر رساں ہیں کہ چل کے گھر آئے
ہے اب بھی کوئی بہانہ کسی اَنَا کے لئے

یہ کارہائے غریب الدیار بھی دیکھیں!
جو منتظر ہیں دم عیسیٰ و عصا کے لئے

پیامِ شوق لئے چل پڑی ہے ہر جانب
فقیہہ شہر کوئی خوں بہا ہوا کے لئے

فضا میں نغمہ شادی بکھر چکا لوگو!
[1] بڑھاؤ ہاتھ ذرا تم بھی اب حنا کے لئے

تو خوش بہت ہے مگر دیکھ سادہ دل محمودؔ
وہ گھر کو بھول نہ جائے کہیں سَدا کے لئے

﴿مبشر احمد محمودؔ﴾

[1] یہ مصرع یوں بھی پڑھا جا سکتا ہے:۔
بڑھاؤ ہاتھ ذرا تم بھی اب دعا کے لئے

ٹی وی پہ نظر آئی ، تصویر پیاری سی
سنتے ہو؟ سنو دل سے! تقریر پیاری سی

یہ لطف مرے مولا! ہم ہجر کے ماروں پہ
خوابوں کی ہے دی ہم کو ، تعبیر پیاری سی

آقا کی جلا وطنی، کتنی ہے کٹھن ہم پہ
لگتی ہے مگر اب یہ ، تعزیر پیاری سی

جو مکر تھے اوروں کے ان پر ہی پڑے جاکر
اللہ کی نظر آئی ،تقدیر پیاری سی

آواز سماء کی ہے ، روکے سے نہیں رکتی
گونجی ہے فضاؤں میں ، تکبیر پیاری سی

ٹی وی پہ یہ لکھا ہے ، یہ احمدی ٹی وی ہے
کیسی ہے ذرا دیکھو ، تحریر پیاری سی

﴿شیخ نصیر احمد﴾

ڈش کی کرامت دیکھنا!
اک تازہ رحمت دیکھنا
دل ہو گئے سیراب پھر
گلشن ہوئے شاداب پھر
بنجر زمیں کو چھوڑ دے
وہ دام کہنہ توڑ دے
آ جوئباروں کی طرف
ہاں لالہ زاروں کی طرف
طاہر کی آ تقریر سن!
انذار سن تبشیر سن!
سن سن نکاتِ نو ذرا
قرآن کی تفسیر سن!
آتا ہے حق کا مائدہ
ہر این و آں کا فائدہ
تازہ زمین و آسماں
بدلا گیا دورِ زماں

ڈش کی کرامت دیکھنا!
اک تازہ رحمت دیکھنا!

افراد خفتہ جاگ کر
آتے ادھر ہیں بھاگ کر
حق سے ملاقات بشر
ہاں دُور وہ دُوری ہوئی
تخلیقِ آدم کی غرض
اس دور میں پوری ہوئی
حق اور بشر کے درمیاں
طاہر دو طرفہ ترجماں
ایم ٹی اے کی پاکیزہ کشش
سب اس طرف آنے لگے
ہم سے کھنچے رہتے تھے جو
وہ خود کھنچے آنے لگے
حق سے نہ شرماتے تھے جو
وہ خود سے شرمانے لگے
عشق خدا میں کیا مزہ
نو احمدی پانے لگے

ڈش کی کرامت دیکھنا!
اک تازہ رحمت دیکھنا!

طاہر ہوا جو لب کشا
گونجی محبت کی صدا
دیکھا تمہاری گھات میں
اعجاز جس کی بات میں
ہاں ہاں سنبھل جانا ذرا
جکڑے گا یہ سب آپ کو
الفت کی اک زنجیر میں
یہ کیفیت ، یہ کیفیت
اے کاش! میں دکھلا سکوں
آئینہ تحریر میں

ڈش کی کرامت دیکھنا!
اک تازہ رحمت دیکھنا!

﴿عبدالسلام اسلآم﴾

کبھی دیتے ہیں ہم کو حوصلہ ہمت بڑھاتے ہیں
کبھی اللہ کے وعدوں کی خوشخبری سناتے ہیں
کبھی آیاتِ قرآنی کی تصویریں بناتے ہیں
قدیر و مقتدر و قادر کا جلوہ بھی دکھاتے ہیں
خدا کے بعد وہ ہی آسرا ہیں جانتے کیسے؟
اگر خطبے نہ آتے تو یہ دن ہم کاٹتے کیسے؟
بڑی تسکین ملتی ہے کہ ہیں دُکھ دَرد میں شامل
ہماری کسمپرسی بے بسی اور کرب میں شامل
ہیں اُن کے آنسو بھی ہم سب کی آہِ سرد میں شامل
دُعائے نیم شب میں اور نوائے دَرد میں شامل
جو کیفیت ہے آقا کی اُسے ہم جانتے کیسے؟
اگر خطبے نہ آتے تو یہ دن ہم کاٹتے کیسے؟
بہت گہری ہے اُن کی سوچ اور وسعت نظر میں ہے
ہر اک لمحہ ترقی دینِ احمد کی نظر میں ہے
وہ ماضی سے سبق لیتے ہیں مستقبل نظر میں ہے
جماعت کے ہر اک ممبر کی بہبودی نظر میں ہے

جماعت متحد ہے اور منظّم جانتے کیسے؟
اگر خطبے نہ آتے تو یہ دن ہم کاٹتے کیسے؟
دعا کے تیر اور حمد و درود اپنا سہارا ہے
ہر اک مشکل کا وقت ہم نے دعاؤں میں گزارا ہے
خدا کی راہ میں جو آزمائش ہو گوارا ہے
کہ کلمہ طیبّہ ہم سب کو جانوں سے پیارا ہے
خدا ہی بے بسوں کا آسرا ہے جانتے کیسے؟
اگر خطبے نہ آتے تو یہ دن ہم کاٹتے کیسے؟

﴿امۃ الباری ناصؔر﴾

لذّتِ قلب و نظر ڈش کی بدولت حاصل
مائدہ اتنا مزیدار نہ دیکھا نہ سنا

﴿امۃ الباری ناصؔر﴾

ایسی ہوا خدا نے چلائی ہے چار سو
ہر سمت لوگ سنتے ہیں لندن کی گفتگو

شہد و شکر کی طرح ہے شیریں ہر ایک لفظ
پھولوں سے بڑھ کے دیتا ہے ہر لفظ رنگ و بو

وہ بات کر رہے ہوں تو لگتا ہے اس طرح
مہمان بن کے آئے ہیں بیٹھے ہیں روبرو

دل میں مچل رہی ہے نوید انقلاب کی
سن لی مرے مجیب نے چشم پر آب کی

﴿نسیم سیفی﴾

مجھ سے پوچھو ہے میرا کون امام
کس نے مجھ کو دیا ہے درسِ دوام

یوں صبا نے بکھیر دی ہے مہک
جیسے خوشبو نے خود کیا ہو خرام

کونے کونے میں بات پہنچا دی
اس میں آتے ہیں کیسے کیسے نام

قدرت ثانیہ کا ہر مظہر
ساری دنیا کی زندگی کا پیام

دین و دنیا کا ہے تعلق کیا
اب نہیں اس میں کوئی بھی ابہام

فوج در فوج لوگ آتے ہیں
کیوں نہ آئیں یہ سب ہیں تشنہ کام

ہاتھ اٹھانا تو ظلم کی ہے رِیت
رِیت لیکن رہی ہے یہ ناکام

تھی تو ہلکی سی اک صدا لیکن
مل گیا اس کو ایسا استحکام

ایک سو بیس ملک ہیں ایسے
جن میں سنتے ہیں اس کو خاص و عام
زندگی بخش ہے نسیمؔ یہ بات
اس سے بڑھ کر ہو اور کیا انعام

﴿نسیمؔ سیفی﴾

ثریا سے اُترا ہے نور آکے دیکھو
میرے گھر میں پیارے حضور آکے دیکھو
مٹی تشنگی سب زیارت ہوئی جب
میرے گھر میں یارو ضرور آکے دیکھو
مٹی دوریاں سب بڑھیں قربتیں اب
میرے گھر میں پیارو سرور آکے دیکھو
چھٹیں ظلمتیں سب بڑھی روشنی اَب
میرے گھر میں پیارو ظہور آکے دیکھو
خلاؤں سے اُترا فضاؤں میں بکھرا
میرے گھر میں پیارو یہ نور آکے دیکھو
سماں مرگ کا ہے مخالف کے گھر میں
مٹا ہے کسی کا غرور آکے دیکھو

﴿میاں نسیمؔ احمد طاہر﴾

یاد کے سحر میں تھی ایک نرالی لذت
دل ترا نام ہی جپتا رہا حسبِ معمول
رات بھیگی تو لگا بھیگنے دامن اپنا
چشمۂ چشم اُبلتا رہا حسبِ معمول
یاد آنے لگے ایک ایک خدا کے احساں
نور ہی نور برستا رہا حسبِ معمول
وہ مری نظروں کا مرکز ہے جہاں بھی جائے
زاویہ ڈش کا بدلتا رہا حسبِ معمول

﴿امتہ الباری ناصر﴾

ایسے کب دیکھا تھا جیسے اب سکرین پہ آتے ہیں
وہ بھی ایک زمانہ تھا اب یہ بھی ایک زمانہ ہے

﴿نسیم سیفی﴾

ہم اپنا ''انتخاب نظر'' دیکھتے رہے
روحِ روانِ قلب و جگر دیکھتے رہے

لوگ آسماں پہ چاند اگر دیکھتے رہے
ہم بھی تو ایک ''رشکِ قمر'' دیکھتے رہے

وہ آئے اور پھول بکھیرے ۔ چلے گئے
سب پیار کی نظر سے اُدھر دیکھتے رہے

رعبِ جمال و حسن سے ہم اُن کی بزم میں
کچھ کر سکے نہ بات مگر دیکھتے رہے

ہم سب رہے ہیں مہر بلب شوقِ دید میں
جب تک وہ بار بار ادھر دیکھتے رہے

ان کا ''خطاب'' موجبِ تسکین جاں ہوا
برسا خدا کا نور جدھر دیکھتے رہے

ہم تو رواں ہیں منزلِ مقصود کی طرف
کچھ لوگ دُور گردِ سفر دیکھتے رہے

باطل کے لشکروں کے مقابل پہ آج تک
دینِ خدا کی فتح و ظفر دیکھتے رہے

مقبول و مستجاب ہوا دل کا اضطرار
ہر لحظہ ہم ''دعا'' کا اثر دیکھتے رہے

سر پر مدام یورشِ آفاتِ دہر میں
تائید ایزدی کی سپر دیکھتے رہے

گزری ہے شاد عمر مری انتظار میں
ہم راہ اُن کی شام و سحر دیکھتے رہے

﴿محمد ابراہیم شاد﴾

یوں نہ پیار سے دیکھو خاص لوگوں کو
کیوں اداس کرتے ہو ہم اداس لوگوں کو
یوں تو اُس سے ملنے کی آس بھی نہیں کوئی
بیقرار رکھتی ہے پھر بھی آس لوگوں کو
بانٹ بانٹ دنیا میں اس کے حسن کی خوشبو
جمع کر لیا ہم نے آس پاس لوگوں کو
سُوت اپنی سوچوں کا کات کات کر بانٹا
اور کیا بھلا دیتے بے لباس لوگوں کو
حسن اُس کی آنکھوں کا دلنشیں تو ہے لیکن
سوچنے نہیں دیتی بھوک پیاس لوگوں کو
آؤ چل کے ٹی وی پر اس کا چہرہ دکھلائیں
سوزِ عشق سے عاری بدحواس لوگوں کو
شاید اُس کی باتیں ہی درد کا مداوا ہوں
شاید اُس کا چہرہ ہی آئے راس لوگوں کو

﴾ڈاکٹر پرویز پروازی﴿

ایم ٹی اے نے شان ودھا کے اچا کیتا ناں
جتھے ساڈی گل نہ پہنچے ہن اوہ کہیڑی تھاں
رب رحیم نے حدوں ودھ کے کیتے نیں احسان
کیوں نہ ہووے سو سو واری جند ساڈی قربان
اک بندے نے پنڈاں وچوں اک پنڈ دے وچ بہہ کے
کر دتا حیران زمانے بھر نوں ایہ گل کہہ کے
میں جیہڑی وی گل کہواں گا سنے گی دنیا ساری
میں مولا دا بندہ واں تے میں مولا توں واری
وڈے وڈے بندے اوہدی راہ نوں روکن لگے
اوہدیاں سچیاں گلاں نوں اوہ ٹوکن لگے
فیر اوہدی ہر گل ہواواں دے وچ اڈن لگی
سوہنی خوشبو وانگ فضاواں دے وچ اڈن لگی
رب رحیم نے سجے کھبے اوہدی گل پوچائی
چانن وانگوں لوکاں نے ویکھی اوہدی روشنائی
فیر ہواواں جھکڑ بن کے چلیاں چار چفیرے
چھیتی چھیتی نسن لگے کالے بمب ہنیرے

طاہر پیارے نوں لوکاں نے کر دتا مجبور
چھڈ کے اپنے وطناں نوں اوہ جا وسے کجھ دور
ایہ وی کم خدا دا سی تے اوہدی ای تقدیر
ایم ٹی اے نے بننا سی کجھ خواباں دی تعبیر
جنہوں ملکوں باہر کڈھیا آ گیا گھر دے اندر
اودھا چہرہ ،اودھیاں گلاں پیار دا اک سمندر
سب لوکاں نوں ٹی وی اگے لے کے بہہ جاؤ یارو
اللہ والیو بیبیو سوہنیو دلدارو جی دارو
نکے وڈھے سارے آؤ سنئے دین دی گل
ربا عرشوں توں ایہ نعمت بُہتی بُہتی گھل
ایم ٹی اے نے ہر اک گھر نوں دتا روپ سوایا
کی دساں میں اپنے ساڈا کنا مان ودھایا
ایس خوشی وچ دس نہ ہویا میتھوں اپنا ناں
بُھلیا دی تے ویکھو یارو بُھلیا کیہڑی تھاں

(نسیم سیفی)

ٹیلیویژن کے توسُّل سے وہ طاہر کا خطاب
جس کا ہر ہر لفظ ہے اعجازِ تسخیرِ قلوب

عالمی بیعت کا نظارہ وہ دیکھا آنکھ نے
زخمہ وَر نے خوب چھیڑا سازِ تسخیرِ قلوب

اَسود و احمر کے دل وہ موہ رہا ہے پے بہ پے
رکھتا ہے طاہر بھی کیا اندازِ تسخیرِ قلوب

گنبدِ افلاک میں وجد آفریں سا ارتعاش
مشرق و مغرب میں سن آوازِ تسخیرِ قلوب

ترجمانِ فطرتِ آدم ہے سازِ احمدی
جس کے پردوں میں ہے پنہاں رازِ تسخیرِ قلوب

تخم پھوٹا بن گیا الفت کا عالمگیر پیڑ
میرا کر گیا آغاز تسخیرِ قلوب

﴿عبدالسلام اسلاؔم﴾

ہر وقت ایک کیف سا طاری ہے ان دنوں
بسمل پر کیا عنائت باری ہے ان دنوں!
ہوتی ہے روز دید پیارے حضور کی
چشمہ فیوض و لطف کا جاری ہے ان دنوں

کیف و سرور ہے مرا سرمایۂ حیات
کس طرح سے بیاں کروں میں دل کی واردات
ہوتی ہے صبح و شام ملاقات اُن سے اب
ہر روز روزِ عید ہے ہر شب شبِ برات

ہوتا ہے جب وہ روئے منور نظر نواز
لیتا ہے دل بلائیں بصد افتخار و ناز
جی چاہتا ہے کر کے تصدق دل و نظر
قدموں میں اُن کے لوٹ کے ہو جائیں سرفراز

آنکھوں میں ایک مستیِ پیہم ہے آج کل
پیشِ نظر وہ نور مجسم ہے آج کل
ساری فضا میں ان کی ہے خوشبو رچی ہوئی
کیف و سرور و جذب کا عالم ہے آج کل

اللہ رے جذب و شوق کی محشر طرازیاں
اک ذرہ حقیر ہے ہم دوشِ آسماں
اک لطف کی نگاہ نے کیا کر دیا مجھے
دل کی خبر ہے نہ کچھ ہوشِ جسم و جاں

﴿آفتاب احمد بسمل﴾

مرے امام کی ہر بات روح کی ہے غذا
مرے امام کی ہر بات صدقِ دل کی صدا
زمانہ غور سے سننے لگا ہے اب شب و روز
مرے امام کی آواز ہے پیامِ خدا
خدا کی رحمت و برکت برس رہی ہے آج
چہار سمت چلی ہے سکونِ دل کی ہوا

﴿ابوالاقبال﴾

مرشد عقل و قلب و جان تیرا خطاب لاجواب
سارے جہان پر نظر سارے جہان سے خطاب!

دفتر فکر و علم و فن باز کیا ورق ورق
کھولے رموز اَدق اَدق کھول کے ایک ایک باب

چشمۂ علم و معرفت جاری ہوا جہاں میں یوں
تم نے دیا ہے بے حساب ہم نے لیا ہے بے حساب

تیرے تلامذہ میں سب پیرو جوان و طفل و زن
دل کی لگن سے ہیں مگن سہل ہے ان پہ ہر نصاب

منصف و محتسب ہے اب نوعِ بشر کا ایک تو
محتسبانِ دہر کا جس نے کیا ہے احتساب

ٹی وی کے جامِ جم میں وہ چہرے کا پھول یوں کھلے
سارے جہان میں کھلیں سرخ و سفید سے گلاب

مہرو وفا کی رسم سے لوگوں کو گر خدا ملے
حسن ترا بھی کامیاب عشق مرا بھی کامیاب

اٹھ کے کنارِ ٹیمز سے سوئے وطن اب آ بھی جا
کب سے ہے منتظر تری وادی جہلم و چناب

آئے وہ یوں خدا کرے غرب سے جیسے دن چڑھے
دنیا سنے جہاں پڑھے نکلا اُدھر سے آفتاب

حرف مرے قبول ہوں لفظ مرے وصول ہوں
اس سے بڑا ہے لطف کیا اس سے بڑا ہے کیا ثواب

حلقہ درس میں ترے ادنی غلام ہے ظفؔر
منتظر نظر نظر دیکھئے اس طرف جناب!

﴿راجہ نذیر احمد ظفؔر﴾

درونِ پردۂ تصویر ہی سہی لیکن
سوال یہ ہے وہ چہرہ نظر تو آیا ہے
جمال عکس سے باہر نہ آسکا لیکن
وہ اپنے شہر میں پھر لوٹ کر تو آیا ہے

عجیب شخص ہے شہر سنگباراں میں
مکاں میں بیٹھ کے شیشے کے ہنستا رہتا ہے
ہو غم کی زرد خزاں یا ستم کی صرَ صرَ ہوا
ہمیشہ وہ بات لہجہ گل میں کہتا ہے

مسافر ایسا جہاں خیمہ زن ہوا جا کر
بسا کے بارگہہ شوق چل دیا آگے
ہزار روکا اُسے بڑھ کے عیشِ منزل نے
مگر وہ شعلہ قدم پھر نکل گیا آگے

بچھا کے سیج ستاروں کی گود میں بن کی
سُلادوں آج مسافر کو شام کہتی ہے
ہوائیں سوچتی ہیں کیسا راہرو ہے یہ
کہ جس کو ہر گھڑی خلشِ خرام رہتی ہے

سناؤ اس کی صدائیں دکھاؤ اس کا جمال
کہ اپنے لہجۂ گل میں وہ دیر تک بولے
پھر ایسی بات کوئی زیرِ گفتگو لاؤ
کسی بہانے وہ محفل میں دیر تک بولے

بنا کے رشکِ چمن اپنے دشتِ غربت کو
گلاب اس کی رتوں میں کھلا رہا ہے کون
یہ کس کا نام لکھا دل پہ دھڑکنوں نے پھر
اے جذب شوق مجھے یاد آرہا ہے کون

وہ سارے شہر سے آمادۂ تکلم ہے
رُخِ حسیں پہ پھر اپنے سجا کے آئینہ
بہار جلوۂ رُخ کا جمال کہتا ہے
خجل ہے آئینہ تجھکو دکھا کے آئینہ
پھر اس کو بارِ دگر دیکھنے کی خاطر زینؔ
ہر اک نے گھر میں رکھا ہے سجا کے آئینہ
ہم اس کو دیکھتے ہیں ہر گھڑی خیالوں میں
نگاہِ شوق کو اپنی بنا کے آئینہ

طیبہ سروشؔ

سوز اُترا ہے ساز اُترا ہے
نغمہ دلنواز اُترا ہے
مرتے لوگوں کو دو نوید ظفرؔ
رازِ عمرِ دراز اُترا ہے
روح بہنے لگی ہے سجدے میں
خطبۂ جاں گذار اُترا ہے
شہسوارِ صلیبِ عشقِ خدا
کس قدر سرفراز اُترا ہے
حسنِ حق عین روبرو دیکھا
جب خمارِ مجاز اُترا ہے
بندگی جس کی عرش تک پہنچی
اُس پہ بندہ نواز اُترا ہے
فرش سے عرش تک پہنچنے کا
ایک سجدے میں راز اُترا ہے
عاقلوں کو جنوں عطا کرنے
حسنِ فتنہ طراز اُترا ہے
چشمِ نم تھے خطیب و سامع سب
آسماں سے گداز اُترا ہے
خطبۂ جاں نواز اُترا ہے
رازِ عمرِ دراز اُترا ہے

دیکھ کر حسن رخ یار میں جی اٹھا ہوں
وقت کی تھم گئی رفتار، میں جی اٹھا ہوں

ایک مدت سے میں دیدار کا متمنی تھا
مل گیا جلوہ انوار، میں جی اٹھا ہوں

حسن کی دھوم ہر اک سمت تھی جس مہ رو کی
اس کے نینوں سے ملا پیار، میں جی اٹھا ہوں

اس کے دیدار سے دل شاد ہوا ہے میرا
دیکھ کر زلف طرح دار، میں جی اٹھا ہوں

مجھ میں اک پاؤں بھی چلنے کا نہیں تھا یارا
برق میری ہوئی رفتار، میں جی اٹھا ہوں

بن تیرے دھوپ تھی تڑپا کئے تھے روح و بدن
اب ملا سایہ دیوار، میں جی اٹھا ہوں

غیر ممکن ہے جدا دیکھ کے رہنا اس کو
اب نہ جاؤں گا میں اس پار، میں جی اٹھا ہوں

اپنے قدموں میں جگہ دیجے جدا نہ کیجئے
آپ میرے بھی ہیں غمخوار، میں جی اٹھا ہوں

اب نہ خواہش ہے نہ حسرت نہ تمنا باقی
روبرو بیٹھی ہے سرکار، میں جی اٹھا ہوں

﴿عبدالحمید خلیق﴾

دن بدن ذوق فزوں شوق فزوں ہے ساقی!
یہ تیرے پیار و محبت کا فسوں ہے ساقی!
چاند چہرے سے ترے بزمِ جہاں ہے روشن
رونق بزم کہاں ترے بدوں ہے ساقی!
پرچم حق تری دستار کا طرّہ آقا!
جھنڈا باطل کا ترے آگے نگوں ہے ساقی!
جلوہ افروز تو ہر روز ہے کل عالَم پر
دوسرا کون طلوع دہر میں یوں ہے ساقی!
غیر اپناتے ہوئے ہم کو کھنچے آتے ہیں
تیرے خدام کو یہ جذبِ دروں ہے ساقی!
یہ شفق رنگ سحر نور کے دھارے سارے
تیرے عشاق قتیلوں کا ہی خوں ہے ساقی!
جوش اور ہوش اکٹھے ہیں خدا کی قدرت!
دل میں طوفان بھی اور گہرا سکوں ہے ساقی!
شعر میں ڈھالے ہے راجہؔ تیری باتیں آقا!
اس کے چھا جانے کا یہ نیک شگوں ہے ساقی!

﴿راجہ نذیر احمد ظفرؔ﴾

حسن تمام رنگ و بو تازہ بتازہ نو بہ نو
عشق تمام آرزو تازہ بتازہ نو بہ نو

شہرہ ہے اس کے حسن کا چرچا ہے اپنے عشق کا
قریہ بہ قریہ کو بکو تازہ بتازہ نو بہ نو

لہر بہ لہر رو بہ رو حکمت و معرفت رواں
دریا بدریا جو بجو تازہ بتازہ نو بہ نو

نکتہ دل کشا نیا، مژدۂ جانفزا نیا
لاتا ہے یار پاک خو تازہ بتازہ نو بہ نو

صوت و صدا ہے شش جہت قول بلٰی کی بازگشت
جلوۂ حق چہار سو تازہ بتازہ نو بہ نو

خطبہ خطاب و درس و وعظ ہے یہ متاع سوز و ساز
جس سے ہے روح کی نمو تازہ بتازہ نو بہ نو

اپنا نصیب از ازل اپنا نصیب تا ابد
عزت و شرف و آبرو تازہ بتازہ نو بہ نو

قصے کہانیاں ترے تازہ تریں نشاں مرے
دیکھ مرا بھرا سبو تازہ بتازہ نو بہ نو

ہجر میں وصل کا مزہ ایم ٹی اے تجھ سے پا لیا
دید و شنید روبرو تازہ بتازہ نو بہ نو

قلب چھلک گئے اشک ڈھلک ڈھلک گئے
کرتے ہیں اہل دل وضو تازہ بتازہ نو بہ نو

حافظ خوش نگر کہتا ہے کس طرح ظفر
تری زمیں میں ہوبہو تازہ بتازہ نو بہ نو

﴿ڈاکٹر راجہ نذیر احمد ظفر﴾

وہ جو اک شخص محبت کا ہنر رکھتا ہے
بڑا پارکھ ہے مرے دل پہ نظر رکھتا ہے

بولتا ہے وہی اس منہ سے بلا ریب و گماں
بحر کی تہ میں جو سیپی میں گہر رکھتا ہے

پھول پھل لاتی ہیں سب دنیا میں پھیلی شاخیں
اسی خو بو سے جو پاکیزہ شجر رکھتا ہے

کتنی شیریں ہے لگن تری جو پی لے اک بار
دل کے ہونٹوں کو تری یاد سے تر رکھتا ہے

مہرباں نیند میں سب فاصلے مٹ جاتے ہیں
خواب کا سلسلہ کیا خوب اثر رکھتا ہے

سیر کر دیتا ہے جولائی کی دعوت میں خدا
چھانٹ کر دنیا سے کیا عمدہ ثمر رکھتا ہے

امۃ الباری ناصر

لباس خوشبو گلاب چہرہ بہار جیسا وہ آدمی ہے
طواف میں اس کے ہر نظر ہے خدایا کیسا وہ آدمی ہے

زبان پر ذکرِ مصطفیٰ ہے تلاوتیں ہونٹ کر رہے ہیں
نگاہیں مہتاب بن رہی ہیں جبیں سے سورج ابھر رہے ہیں

کہ جیسے قدسی فلک سے اترا ہو بارش نور میں نہا کے
زمانہ بیٹھا ہے اُس کی راہوں میں فرش گل سے زمیں سجا کے

یہ لمحہ دل پذیر ایسا ہے ہر کوئی مسکرا رہا ہے
جدھر وہ جاتا ہے ساتھ اُس کے اک عالمِ نور جا رہا ہے

گلاب کی بارشوں میں لائے ہو دوستو جس کو انجمن میں
وہ بن کے جان بہار آیا ہے بہر گلگشت اس انجمن میں

تم اُس سے اس کی مسافرت کی کبھی کہانی ضرور سننا
کہ کس غرض سے وطن کو چھوڑا ،وہ شہر کیوں چھوڑ آیا اپنا

اندھیروں سے جنگ کر کے کیسے سحر کی دہلیز تک وہ آیا
وہ نور باطن تھا جس سے اس نے اندھیری راتوں کو جگمگایا

اک اجنبی شہر میں وہ پہنچا تو صبح کا وقت ہو رہا تھا
گناہ و ظلمت کی گود میں شہر سارا مدہوش سو رہا تھا

اچانک اک زلزلہ سا سینے میں اس کے شور اذاں سے اٹھا
گناہ کا شہر سارا یک لخت جاگا خواب گراں سے اٹھا

اجاڑ تھا سارا دشت غربت بہار کا کچھ سراغ نہ تھا
کسی بھی موسم کے زرد چہرے پہ لالہ وگل کا داغ نہ تھا

تھا قافلہ خوش کہ دم ملے گا یہاں اب گھر بنائیں گے ہم
مگر کہا میر کارواں نے نہیں ابھی آگے جائیں گے ہم

قدم بڑھاؤ کہ وقت کم ہے ہمیں ہے عہد وفا نبھانا
ہمیں زمیں کے کناروں تک ہے پیام توحید لے کے جانا

یہ چاند چہرہ ستارہ آنکھیں ہیں روشنی کے سفیر جانو
یہ نور اس دور گمراہی میں عطائے ربِ قدیر جانو

نظارہ کرلو کہ آج مغرب سے دیں کا سورج نکل رہا ہے
افق کی سرخی بتا رہی ہے کہ مزاج موسم بدل رہا ہے

اذاں فضاؤں میں گونجتی ہے صلیب کا دل دہل رہا ہے
اندھیرے ناپید ہو رہے ہیں دیا خلافت کا جل رہا ہے

یہ شوخیِ رنگ اپنے خوں کی پڑے نہ مدھم خیال رکھنا
وہ چاند ہجرت کا اپنی راتوں کے آسماں پر بحال رکھنا

شہادتوں کے لہو سے رنگین سرخ کاغذ سنبھال رکھنا
مؤرخو! یاد ہجرتوں کے تمام یہ ماہ و سال رکھنا

یہ بابِ خونیں اسی سے لکھنا نہ بھول جانا خیال رکھنا
اندھیروں سے مات کھا نہ جانا نظر میں صبحِ جمال رکھنا

وہ مسکراتا سا چاند چہرہ مری نگاہوں میں بن رہا ہے
اسی لئے تو اے زیّن دنیا نے ماہِ رابع اسے کہا ہے

﴿طیبہ زین﴾

وہ دوریاں یہ فاصلے اتنے سمٹ گئے
ہر روز اپنے یار کو سو بار دیکھنا

﴿سید محمود احمد شاہ﴾

منا رہا ہے خدا کو وہ کن دعاؤں سے
لبھا رہا ہے زمانے کو کن اداؤں سے
وہ جس کی بات پہ پابندیاں لگیں گھر میں
جگا رہا ہے زمانے کو وہ صداؤں سے
افق سے تا بہ افق ہی نہیں خطاب اس کا
ہے گونج اسکی پرے دور کہکشاؤں سے
مرے امام کے خطبے سنیں، امام بنیں
کہو یہ جا کے زمانے کے رہنماؤں سے
گواہی جس کی اب آتی ہے آسمانوں سے
ملی ہے اس کو سند سارے پیشواؤں سے
ہر امتحان میں ہوئے کامیاب لیکن اب
بچائے ہم کو خدا اور ابتلاؤں سے
جو دنیا، دیں کے مقابل کبھی ہوئی راجہ!
خدا گواہ کہ ٹھکرا دی ہم نے پاؤں سے

﴾راجہ نذیر احمد ظفر﴿

اک منظر ہر سو پھیل گیا، تکبیروں سے گھر گونج اٹھے
وہ حمد و ثنا کی لہر چلی کہ سات سمندر گونج اٹھے

اب پیارے آقا کی باتیں دو چار نہیں سو بار سنو
بازارِ سماعت گرم ہوا، آواز کے گوہر گونج اٹھے

عرفان کے اڑتے بادل کی آنکھوں میں پیاسے صحرا ہیں
پیاسوں کو جشن منانے دو امید کے ساگر گونج اٹھے

خاموشی سے ہر ظلم سہا، دل خون ہوا، کچھ بھی نہ کہا
اور جب دی صدائے مستانہ راہوں کے پتھر گونج اٹھے

میں ذکر الٰہی کے صدقے، میں عشقِ محمدؐ کے قرباں
باطن سے خوشبو پھوٹ بہی روحوں کے جوہر گونج اٹھے

﴿جمیل الرحمان﴾

یہ رنگ و صوت کی دنیا رواں جہاں تک ہے
رسائی بھی نگہ یار کی وہاں تک ہے
کوئی زمین بھی اس کے لئے نئی تو نہیں
وہ جس کی سرحدِ ادراک آسماں تک ہے
اسی کے لفظ اسی کی نظر ہے زادِ سفر
وہ ایک ربط مسلسل کہ جسم و جاں تک ہے
حوالے جس کے کیا ہے سفینۂ ہستی
اسی کا تارِ نظر میرے بادباں تک ہے
وہ پھیلتی رہے آواز سب فضاؤں میں
یہی دعا تہہِ دل ہے یہی زباں تک ہے
وہ آملیں گے اگر میں نہ واں پہنچ پاؤں
نہ کوئی شک ہے ذرا سا نہ کچھ گماں تک ہے
بسا ہے قریۂ جاں میں وہ اس طرح اختؔر
کہ اس کے دم سے معطر مشام جاں تک ہے

﴿محمد سلیم اختؔر﴾

مرے امام میری زندگی سے پیارے امام
ہے روشنی سے بھرا تیرا امن کا پیغام

ترا پیام ہر اک دل میں یوں اترتا ہے
کہ جیسے کوئی فرشتہ پلا رہا ہو جام

تری نصیحتیں کرتی ہیں یوں اثر دل پر
کہ جیسے میرے گناہوں کی ہو یہ آخری شام

میرے حقیر سے آنگن میں تو نظر آئے
تو میری سانسوں میں ہو تیری زندگی کو سلام

میں تجھ کو کیسے بتاؤں اے میرے پیارے امام
تیری دعاؤں سے ہے میری زیست خوش انجام

کچھ اس طرح سے ہے تیرا وجود دنیا میں
کہ جس سے فیض اٹھاتے ہیں خاص ہوں کہ عوام

میرے امام تو دے مجھ کو کچھ دعا ایسی
ہو کامیاب مری زیست اور بخیر انجام

﴿نجمہ رزاق﴾

توحید کا پیغام سنائے تری آواز
خوشبو کی طرح دل میں سمائے تری آواز
مٹ جاؤں نہ ہو گر تری شفقت کا سہارا
مر جاؤں اگر مجھ کو نہ آئے تری آواز
للکار ہے باطل کے لئے تیری ہر اک بات
پیغام صداقت کا سنائے تری آواز
بھٹکے ہوئے لوگوں کو یہ آواز جرس ہے
منزل کا پتہ ان کو بتائے تری آواز
اس بتکدے میں بن کے اذاں گونج اٹھی ہے
پھر کفر کے آثار مٹائے تری آواز
دم سادھ کے سنتے ہیں اسے عرش کے باسی
اور اہل زمیں کو بھی جگائے تری آواز
جب یاد منیرؔہ کو تری آئے، تو اکثر
لگتا ہے ہر اک سمت سے، آئے تری آواز

﴿سیدہ منیرہ ظہور﴾

اک پردہ سیمیں پر لوگو
یہ چاند سا چہرہ کس کا ہے

روشن ان شہروں کی گلیاں
جن گلیوں میں وہ گھوما ہے

اسے عید کے چاند کے کنگن نے
جلتی آنکھوں سے ڈھونڈا ہے

اس دلہن جیسے شہر کو کیوں؟
تنہا جلنے کو چھوڑا ہے

گل پھول نچھاور کیا کرتے
وہ آپ بہاروں جیسا ہے

تم سوچ سکو تو سوچو اسے
کیا بتلاؤں وہ کیسا ہے

اک برق ہے وہ اک بادل ہے
اک دھوپ ہے وہ اک برکھا ہے

اک جلتا دیا روشن روشن
جو دل کے افق پہ رکھا ہے

وہ ایک دعا میرے دل کی
جسے میں نے خدا سے مانگا ہے

اک پیڑ گھنی چھاؤں جس کی
جگ اس کی گود میں بیٹھا ہے

وہ ایک مقدس لَے جس نے
دل کے تاروں کو چھیڑا ہے

اک گیت نیا سنگیت نیا
اک سرمدی نغمہ ابھرا ہے

اک تاباں سورج جیسا ہے
جو آج افق پر چمکا ہے

اک سچ ہے حقیقت ہے عظمت
کیا تم نے بھی اس کو دیکھا ہے

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

رفتہ رفتہ عالمی جلسے کا منظر یوں بڑھا
اللہ اللہ! سارا عالم ایک جلسہ گاہ بنا
ایم ٹی اے کے واسطے سے جب سنی ''اُن'' کی نوا
یوں لگا ہم ہجر کے ماروں سے ''کوئی'' آ ملا
پہلے اٹھی فرش سے پھر عرش سے نازل ہوئی
یوں سنی کانوں نے گویا اپنے آقا کی صدا
''اسمعوا صوت السماء'' کا ایک نظارہ تھا یہ
بھا گئی ہے اب کروڑوں کے دلوں کو یہ ادا
اسود و احمر پئیں گے اب سبھی اس گھاٹ سے
اپنے اپنے ساتھ لائیں گے سبھی رنگِ وفا
یہ ندائے آسمانی پھیلتی ہی جائے گی
امتیاز حق و باطل ہو رہا ہے بے خطا
عرش اعظم سے چلی ہے گویا رحمت کی نسیم
ہو گئی مقبول، امجد، پُر خطاؤں کی دعا

﴿یعقوب امجد﴾

دیر کے بچھڑے یاروں سے مل کر حال سنایا ساری رات
پیاسی نظروں نے اس مہ سے نور کمایا ساری رات
آنکھوں نے خوشی سے رقص کیا جب برسوں بچھڑا یار ملا
دل نے وصل کی مے پی پی کر ساز بجایا ساری رات
دیکھو میرا پیارا دلبر شب بھر میرے پاس رہا
پہلے مجھ کو لوری دی پھر سر سہلایا ساری رات
کتنے سہانے دن تھے وہ کیا خوب تھیں جلسے کی راتیں
دید میں اسکی گزرا دن اور خواب میں آیا ساری رات
چاند بھی اپنے جوبن پر تھا ہر سو وصل کی خوشبو تھی
تاروں نے بھی جھرمٹ جھرمٹ جشن منایا ساری رات
پروانے پروازوں والے اڑ کر پہنچے شمع تک
ٹوٹے پر سے اک دیوانہ رینگتا آیا ساری رات
ہر روز ہو جلسہ لندن کا ہر شب ہو انکی دید ضیاء
اس سوچ میں ڈوبا بچھڑا ان سے سو نہ پایا ساری رات

﴿ضیاءاللہ مبشر﴾

مہکا رہا ہے دل کو حرفِ گلاب اس کا
سارے جہاں سے اچھا حسنِ خطاب اس کا
نوروں دھلا ہوا ہے اس کا حسین چہرہ
دشت و جبل پہ چمکے ہے ماہتاب اس کا
لاریب پہنچی دعوت دنیا کے ہر کنارے
ترسی ہوئی زمین پر برسے سحاب اس کا
دل سے وہ بولتا ہے اور خوب بولتا ہے
دل میں اترتا جائے حرفِ خطاب اس کا
بھر بھر کے جامِ عرفاں سب کو پلا رہا ہے
دن رات فیض جاری ہے بے حساب اس کا
ہر لفظ معرفت میں اس کا ڈھلا ہوا ہے
قولِ صواب بھی ہے کارِ صواب اس کا
ہیں سیکھتے یہاں سے ہر رمز دلربائی
اہل جہاں کو مژدہ چہرہ کتاب اس کا
اس کے لئے ہے مرنا اس کے لئے ہے جینا
اس کی رضا کی جانب کھلتا ہے باب اس کا
تائید ہے خدا کی جس سے رواں دواں ہے
اک کاروانِ رحمت عزت مآب اس کا

﴿خالد ہدایت بھٹی﴾

ہر طرف معجزۂ حسنِ بیاں گونجتا ہے
ایک آواز سے اب سارا جہاں گونجتا ہے
نور کی کوئی کرن چاروں طرف پھیلتی ہے
خطبہء سبطِ مسیحائے زماں گونجتا ہے
جس کی ہر بات پہ تم لوگ نہیں کہتے تھے
اب زمانہ میں بہ آوازۂ ہاں گونجتا ہے
نعرۂ صلِ علیٰ ربوے کی گلیوں کے سوا
تم ہی کہہ دو بھلا اور کہاں گونجتا ہے
قادیاں قادیاں کرتا ہے زمانہ سارا
قادیاں والے کا فیضان عیاں گونجتا ہے
تم تو اس نام کے درپے تھے، پہ عالم یہ ہے
بس وہی نام کراں تا بہ کراں گونجتا ہے
حیف یہ لوگ سماعت سے ہوئے کیوں عاری
آسماں بولا ہے اور سارا جہاں گونجتا ہے

﴿ڈاکٹر پرویز پروازی﴾

یہاں انسان اک دیکھا کہ دنیا سے نرالا ہے
زمانے بھر میں اس انسان کا بس بول بالا ہے
یہ ہے اک چاند دنیا گرد اس کے ایک ہالہ ہے
اسی کے دم سے مانو آج دنیا میں اجالا ہے

یہ اک چہرہ کسی بجلی کا جیسے ،ہو گیا لپکا
کسی کا یوں زمانے بھر میں کیسے ہو گیا چرچا
بھرے جنگل میں جیسے شیر۔ جیسے دن کا سورج ہے
جوانی میں کوئی لگتا ہے جیسے ہو گیا بوڑھا

نہ ہو ایمان تو بجلی کا یوں لپکا نہیں ہوتا
کسی کا یونہی دنیا میں کبھی چرچا نہیں ہوتا
ہو جس کا یار مولا وہ کبھی تنہا نہیں ہوتا
جہاں میں جذبۂ صادق کبھی بوڑھا نہیں ہوتا

بھلا اب بھی ہے تم میں حوصلہ انکار کا لوگو
کوئی دیکھا ہے بندہ آج ان افکار کا لوگو
کبھی آنکھوں میں شبنم اور کبھی آواز میں رقت
ہیں فولادی قدم اس کے جگر کہسار کا لوگو

مسیح وقت کی ساری دعائیں ساتھ ہیں اس کے
خدا کی رحمتوں کی سب ادائیں ساتھ ہیں اس کے
سدا برسات ہے ملہار ہے اور سرمدی نغمے
ستارے چاند سورج اور ہوائیں ساتھ ہیں اس کے

مسلسل دائروں میں چل رہا ہے سب کو ملتا ہے
جہاں والو چلے آؤ یہاں ہر زخم سِلتا ہے
ہر اک کے جانتا ہے دکھ ہر اک کے درد سہتا ہے
سحر انگیز شخصیت گلابوں جیسا کِھلتا ہے

حقیقت سی حقیقت ہے کوئی سپنوں سا سپنا ہے
سمجھ لیجئے کہ یہ انسان بس اپنوں سا اپنا ہے
بہت ہی پرکشش میٹھی طلسماتی زباں اس کی
ہمارا کام تو دن رات اس کی راہ تکنا ہے

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

ہر شام کو تیری بزم سجے، کیا رونق تو نے لائی ہے
اب سارا عالم کہتا ہے کیا فرقت تو نے پائی ہے

کیا مغرب ہے کیا مشرق ہے کیا اُتّر ہے کیا دَکّن ہے
کیا ارض و سما کیا بحر و بر ،یہ محفل رنگ پہ آئی ہے

اب قریہ قریہ جاگ اٹھا، ہر شہر نے لی ہے انگڑائی
اب گلشن گلشن مہکا ہے، ہر شاخِ شجر لہرائی ہے

بےخوف وخطر بے حرص وہوا، چلتے بھی چلو بڑھتے بھی چلو!
اب راہیں روشن روشن ہیں، ہر موڑ پہ جوت جگائی ہے

اوہام کی دنیا سے نکلو! اِیقان کی وادی میں آؤ!
ہر بچہ بوڑھا شاہ و گدا، اس محفل کا سودائی ہے

تبلیغ کناروں تک پہنچی، توحید فضاؤں میں پھیلی
یہ کیسا دیس نکالا ہے، غیروں نے منہ کی کھائی ہے

اب جنگل سارے گونج اٹھے، اب سات سمندر چیخ پڑے
عرفان کا ساغر چلتا ہے، طاہر نے بزم سجائی ہے

اس بزم کے سارے دیوانے، دنیا میں جو بھی رہتے ہیں
ہر شام سویرے کہتے ہیں یہ محفل ہم کو بھائی ہے

لو جان کا ہدیہ پیش کرو اور قلب تپاں کا نذرانہ!
کہتا ہے امجؔد دیوانہ، ہر دولت اس نے پائی ہے

﴿یعقوب امجد﴾

اے پیارے تجھ کو دیکھ کے ہی میں آنکھیں نور سے بھرتا ہوں
میں دید پہ تیری جیتا ہوں، اور تیری دید پہ مرتا ہوں
تری پیاری پیاری باتوں سے، ترے میٹھے میٹھے بولوں سے
کچھ پیاس بجھاتا ہوں من کی، کچھ پیاس میں بڑھتا جاتا ہوں
مرے خوابوں اور تعبیروں میں، مری یاد کی سب تصویروں میں
اک نام ترا ہی آتا ہے، اس نام کی مالا جپتا ہوں
مرے شعروں پہ، مرے گیتوں پہ، ترے حسن کی چھاپ جو آتی ہے
اک نشہ لفظ میں آتا ہے، اور موجِ سخن میں رہتا ہوں
اے کاش ستارے چن سکتا، میں تیرے پیار کے گیتوں میں
دل تشنہ تشنہ رہتا ہے، اُن لفظوں پہ جو کہتا ہوں
یہ ہجر کی آتش چیز ہے کیا، اک ہجر زدہ ہی جانے ہے
میں اتنا کندن بنتا ہوں، اس آگ میں جتنا جلتا ہوں
ہے ایک ہی خواہش اب میری، تو جلدی لوٹ کے آجائے
ترے آنے کے دن ،گنتا ہوں، تری راہ میں بیٹھا رہتا ہوں

﴿ضیاء اللہ مبشّر﴾

اے میری انجمنِ زیست سجانے والے
ان کہی پیاس میرے من کی بجھانے والی
ہم جوئے شیر بھی لائیں تو کرشمہ کس کا
اے دعا سے ہمیں فرہاد بنانے والے
باغبانی کے یہ اسلوب کہاں سے سیکھے
دل میں انوار کے اشجار لگانے والے
آپ آتے ہیں لبِ بام تو ہم دیکھتے ہیں
آج یہ دیکھ کے جلتے ہیں زمانے والے
ایک ہی مکتبۂ عشق کھلا ہے اِمروز
آپ آدابِ محبت ہیں سکھانے والے
رونق صحنِ حرم ہوں گے یہ مہجورِ حرم
وقت دہرائے گا افسانے پرانے والے
جو مقدر تھا ہوا ہے، جو لکھا ہے ہو گا
خود ہی مٹ جائیں گے تحریر مٹانے والے

﴿سید حمید اللہ نصرت پاشا﴾

پھر ہوئی تیری منبر آرائی
دس ستمبر کی جلوہ فرمائی
ازراہِ چشم دردِ نم آئی
مہر خوبی و ماہ زیبائی
بعد فترت کے جب تجھے دیکھا
ہم نے اک تازہ زندگی پائی
گو بظاہر علیل تھا اک شخص
پر کروڑوں کی جاں پہ بن آئی
گریۂ دل بنا دعائے دل
آس امید اپنی بر آئی
ایم ٹی اے پر طلوع چاند ہوا
اپنی خوشیوں کی عید لوٹ آئی
اس تجلی میں ہم نے دیکھی ہے
قدرتِ حق کی کار فرمائی
جلوہ اک شخص کا جہاں میں ہوا
ہو گئی دور سب کی تنہائی

بزمِ عالم کی جان ہے یہ ذات
روح شنوائی نور بینائی

سال میں اِک کروڑ دل جیتے
ایسی محبوبیؒ و دل آرائی

یہ جواں ہمتی بڑھاپے میں
تیری پیری ہے رشک برنائی

مختصر خطبے میں ملاحظہ ہو
کتنی وسعت ہے کتنی گہرائی

حُبّ و عرفان حق کے ساتھ اِمام
دے ہے دنیا کو علم و دانائی

پیشگوئی امام جعفرؒ کی!
عالمی جلوے پھر سے لے آئی

تا قیامت ، امام کے جلوے
ہوں گے ظاہر بہ نشانِ یکتائی

شاہ روحانیت کے آگے کیا
شانِ اسکندری و دارائی

اے خدا اس کو صحتِ کامل دے
جگ میں بانٹے ہے جو مسیحائی

راجہ نذیر احمد ظفر

وہ روبرو ہوا تو مجھ کو آئینہ بنا گیا
مرے دل و نظر کی سب کثافتیں مٹا گیا
کچھ اس طرح سے منکشف ہوا وہ میری ذات پر
میں بے ہنر بھی راہ کی صداقتوں کو پا گیا
حدود جسم سے گزر کے روح تک اتر گیا
جو مجھ سے دور دور تھا وہ مجھ میں ہی سما گیا
مسافرت کی پر عذاب ساعتوں کے درمیاں
وہ ایک مہربان شجر سایہ دار آ گیا
کنارِ شب سے پھوٹنے لگی سحر کی روشنی
یہ کون شخص گھر میں آفتاب لے کے آ گیا
پڑھے کوئی ورق ورق محبتوں کے باب کا
کہ اس کا نام میری ہر کتاب میں لکھا گیا
میں حرف حرف ڈھونڈتا رہا رموز زندگی
وہ لب کشا ہوا تو ساری گتھیاں سُجھا گیا
وہ اور لوگ تھے جو بوند بوند کو ترس گئے
میں لمحہ لمحہ لذت وصال میں نہا گیا

﴿ڈاکٹر حافظ فضل الرحمٰن بشیر﴾

وہ محبوب تیرا ہمارا خلیفہ
بہت دن سے بیمار ہے اب شفا دے
کرم سے انہیں تندرستی عطا کر
بلائیں ٹلیں اور خوشیاں دکھا دے

وہی اک شجر یعنی شفقت کا سایا
ہمارا اثاثہ، دل و جاں کی مایا
نگاہوں کی ٹھنڈک دلوں کا سکوں ہے
ہمارے لئے ہے بہاروں کی چھایا
خدایا نہ آئے کبھی اس پہ زردی
جو گُل تو نے شاداب ہر پل دکھایا
کوئی بے قراری نہ کوئی اداسی
کوئی دکھ نہ غم اس کے رخ پہ ہو چھایا
اسے اب بھی اپنی پناہوں میں رکھیو
خزاں سے ہمیشہ ہے جس کو بچایا
ہمارے کروڑ آنسوؤں سے گراں تر
اک آنسو جو ہے اس کی آنکھوں میں آیا
تو سن لے مری، میرے جانِ چمن کو
خدایا شفا دے، شفا دے خدایا
اٹھو ہم بھی جاگیں، دعاؤں کی خاطر
اسے ہم نے عابدؔ بہت ہے جگایا

﴿مبارک احمد عابدؔ﴾

جِلا دینے والے بقا دینے والے
اے بندوں کی بگڑی بنا دینے والے
شفا مانگتا ہوں شفا دینے والے
مرے پیارے آقا کو کامل شفا دے

شفا دے، شفا دے، شفاؤں کے مالک
مرے پیارے آقا کو کامل شفا دے

ہے بیمار امت کا غم کھانے والا
مصائب کے آگے نہ خم کھانے والا
اولوالعزم جرنیل جم جانے والا
کرم کر اسے جامِ شافی پلا دے

شفا دے، شفا دے، شفاؤں کے مالک
مرے پیارے آقا کو کامل شفا دے

تو ہی ایک دافع بلاؤں کا یارب
ادھر پھیر دے رخ شفاؤں کا یارب
تجھے واسطہ ہے وفاؤں کا یارب
ہماری دعاؤں کو شرفِ رسا دے

شفا دے، شفا دے، شفاؤں کے مالک
مرے پیارے آقا کو کامل شفا دے

ہیں قلب و جگر دکھ بھرے احمدی کے
بہت طول پکڑے ہیں دن بے کلی کے
خداوند! لا جلد پھر دن خوشی کے
سنا مژدۂ جانفزا، ہاں سنا دے

شفا دے، شفا دے، شفاؤں کے مالک
مرے پیارے آقا کو کامل شفا دے

بہت عاجزی انکساری ہے یارب
بہت بیکلی، بے قراری ہے یارب
دعا گو ہوں میں آہ و زاری ہے یارب
دے آقا کو کامل و عاجل شفا دے

شفا دے، شفا دے، شفاؤں کے مالک
مرے پیارے آقا کو کامل شفا دے

﴿عبدالمنان شاد﴾

ہماری امیدوں کا مرکز ہے تو ہی ہمیں اپنی رحمت کے جلوے دکھا دے
تو چارہ گروں کو عطا کر بصیرت انہیں مالکا دستِ معجز نما دے
جو ہیں چارہ سازی کے اسرار مولا، کرم سے تو اپنے انہیں سب سکھا دے
فراست دماغوں، حصانت ارادوں، بصارت نگاہوں کو دل کو جلا دے

شفا دے شفا دے شفاؤں کے مالک مرے سارے پیاروں کو کامل شفا دے

یہ کشکول ہے سامنے تیرے رکھا اسے اپنے فضلوں سے بھر دے خدایا
نہ میں تجھ سے مانگوں تو پھر کس سے مانگوں تو سب کو ہے دیتا تو سب کا ہے داتا
تو سب کا ہے ماویٰ، تو سب کا ہے ملجا ،تو سب کا ہے والی تو سب کا ہے مولا
تو سب کا ہے ساقی ذرا جام بھر بھر کے لطف و کرم کے ہمیں اب پلا دے

شفا دے شفا دے شفاؤں کے مالک مرے سارے پیاروں کو کامل شفا دے

کسی گھر کی رونق ،کسی دل کی چاہت تو آنکھوں کی پتلی کا تارا ہے کوئی
کہیں ذات سے اپنی بڑھ کے کوئی ہے ،کہیں جان سے اپنی پیارا ہے کوئی
کسی کی نگاہوں کا محور ہے کوئی، کسی زندگی کا سہارا ہے کوئی
تو سب جانتا ہے، تجھے سب خبر ہے تو شانِ کریمی کے جلوے دکھادے

شفادےشفادےشفاؤں کے مالک مرےسارے پیاروں کوکامل شفادے

ہے جو روک بھی سامنے سے ہٹا دے، ہمارے لئے راہ ہموار کر دے
براہیمی سنت دکھا میرے پیارے، یہ دہکی ہوئی آگ گلزار کر دے
کوئی ناامیدی کا لمحہ نہ آئے مجھے اور بھی جو گنہگار کر دے
نویدِ مسرت سنا کر ہمیں اب گرفتہ دلوں کی تو ڈھارس بندھا دے

شفادےشفادےشفاؤں کے مالک مرےسارے پیاروں کوکامل شفادے

کہیں درد کی داستانیں چھڑی ہیں کوئی اپنے زخموں کو سہلا رہا ہے
کہیں چارہ گر خود کو مجبور پا کے کسی دل شکستہ کو بہلا رہا ہے
ہمہ وقت دھن سوز کی سنتے سنتے مری جاں کلیجہ پھٹا جا رہا ہے
ذرا چھیڑدے ساز ”کن“ کو مغنّی مدھر لَے میں نغمہ طرب کا سنا دے

شفا دے شفا دے شفاؤں کے مالک مرے سارے پیاروں کو کامل شفا دے

لئے آنکھ میں آنسوؤں کی روانی ترے در پہ کوئی خمیدہ کھڑا ہے
جو اوروں کا دکھ بھی سمیٹے ہوئے ہے بہت دیر سے آبدیدہ کھڑا ہے
ہے سینہ فگار اور سوچیں ہیں زخمی جگر سوختہ دل تپیدہ کھڑا ہے
وہ صبر و رضا کا ہے پیکر تو خود لطف سے اپنے ہر فکر اس کی مٹا دے

شفا دے شفا دے شفاؤں کے مالک مرے سارے پیاروں کو کامل شفا دے

خزانے میں تیرے کمی تو نہیں ہے خزینۂ ہستی کے وا باب کردے
تو قادر ہے تو مقتدر ہے خدایا ہمارے لئے پیدا اسباب کردے
ہیں پژمردہ جو پھول رحمت کی شبنم تو ڈال ان پہ اور ان کو شاداب کردے
کرشمہ دکھا اپنی قدرت کا پیارے جو بگڑے ہوئے کام ہیں سب بنا دے

شفا دے شفا دے شفاؤں کے مالک مرے سارے پیاروں کو کامل شفا دے

﴿صاحبزادی امتہ القدوس﴾

بیت ''الفضل'' میں اس طرح وہ چل کر آئے
چاند بدلی سے کوئی جیسے نکل کر آئے

جس طرح کوئی فرشتہ سرِ منبر اترے
جس طرح نور کوئی بھیس بدل کر آئے

ہو گیا چہرۂ زیبا سے زمانہ روشن
ولولے دید کے آنکھوں میں مچل کر آئے

دیکھ کر آگئے آنکھوں میں خوشی سے آنسو
پھر وہ قرطاس پہ الفاظ میں ڈھل کر آئے

جو مخالف ہے ذرا سوچ سمجھ کر بولے
جس کو آنا ہو مقابل پہ سنبھل کر آئے

﴿ڈاکٹر پرویز پروازی﴾

تشنگان مئے الفت کا پیام آیا ہے
آپ آئے ہیں، نہ دورِ مئے و جام آیا ہے

کوچۂ عشق میں اک شور ہے، شاید کوئی
نو گرفتارِ محبت تہِ دام آیا ہے

آج دکھلایا ہے پُرسوز دعاؤں نے اثر
پھر سرِ بام مرا ماہِ تمام آیا ہے

وہ کچھ اِس طرح سے آیا ہے کہ ہر اِک کے لئے
مئے الفت کا چھلکتا ہوا جام آیا ہے

کیسے خوش بخت ہیں ہم لوگ کہ پھر جن کے لئے
تیرا پیغام لئے ماہِ صیام آیا ہے

کیوں نہ اب دل کا ہر اک گوشہ منور ہو جائے
نور برساتا ہوا میرا امام آیا ہے

﴿محمود الحسن﴾

بے قراری بسملوں کی اُس کو تڑپا جائے ہے
دیکھیں اُس کی راہ ہم، کب اُس سے دیکھا جائے ہے

چہرہ پہ رنگِ نقاہت طرہ دستار خَم
''اس طرح دیکھوں اُسے کب مجھ سے دیکھا جائے ہے''

چاند سا چہرہ لئے راتوں کو شب زادہ کوئی
کافرستاں میں کھڑا قرآں سناتا جائے ہے

اپنے لہجۂ حسین کے مہرباں انداز میں
دشمن بد کو بھی وہ اپنا بناتا جائے ہے

جب کرے ذکر محمد مصطفٰے صَلِّ علیٰ
رقتوں میں چہرۂ اقدس نہاتا جائے ہے

صحنِ مسجد میں ہو جب ہر آنکھ اُس کی منتظر
خلوتِ خانہ میں پھر کب اس سے بیٹھا جائے ہے

کسطرح گھر بیٹھے وہ شعلہ گام وہ، شوقِ سفر
جب ذرا دَم لے وہ اس کا تلوہ سہلا جائے ہے

خود ہے مہجور شب ہجرت پہ اوروں کے لئے
ہر قدم پر اک نئی دنیا بساتا جائے ہے

برق آسا مختصر ہے دید اب اس کی مگر
پھر بھی دل دیدار سے کچھ حوصلہ پا جائے ہے

یاد ہیں آداب کوئے ناز کے سارے مگر
دل دیوانہ کہاں مجھ سے سنبھالا جائے ہے

آدمی سورج سا اک کہرے کی میلی قید سے
چھوٹ کر دروازۂ مسجد سے اترا جائے ہے

طرۂ دستار کی گستاخیاں دیکھو ذرا
قامتِ زیبا سے بھی دو ہاتھ نکلا جائے ہے

ماہتاب اک نور کا اس ظلمتِ شب میں بھی زینؔ
بن کے بینائی مری آنکھوں میں اترا جائے ہے

﴿سیدہ طیبہ زینؔ﴾

منبر پہ کھڑا ہو کہ وہ بیٹھا نظر آئے
ہر حال میں اک چاند چمکتا نظر آئے
اک بار جو دیکھے وہ محبت کی نظر سے
ماحول پہ اک نور برستا نظر آئے
ہم اپنی تمناؤں کے آشاؤں کے بیمار
جب دیکھیں اسے ہمکو وہ اچھا نظر آئے
تھوڑی سی مشقت سے بدن ٹوٹے ہے اپنا
وہ سب کا مگر بوجھ اٹھاتا نظر آئے
اس کی ہی دعا سے میرا ایماں ہے مکمل
یوں وہ میرے ایمان کا حصہ نظر آئے
وہ بولے تو الفاظ کا اک شہد ملا دودھ
اک شان سے رگ رگ میں اترتا نظر آئے
اک ذات سے وابستہ دل و جاں کی ہے رونق
وہ جب بھی نظر آئے ہمیں جلسہ نظر آئے
میں شکوے کروں قدسی وہ دے مجھ کو تسلی
میں حال کو دیکھوں اسے فردا نظر آئے

﴾عبدالکریم قدسی﴿

آنسوؤں کی انتہائیں کیجئے
اپنے رب سے التجائیں کیجئے

شافیِ مطلق انہیں بخشے شفا
یاد ہیں جتنی دعائیں کیجئے

تیرے در پر ہاتھ پھیلائے ہوئے
بچے بوڑھے نوجواں آئے ہوئے

حوصلے کی بھیک دے ہم کو خدا
سچ تو یہ ہے ہم ہیں گھبرائے ہوئے

ہے شجر قائم تو پھل ہیں پھول ہیں
ہر مسافر کو میسر چھاؤں بھی

اس کے ہی دم سے تو یہ آباد ہیں
شہرِ دل، فکر و ہنر کے گاؤں بھی

﴿عبدالکریم قدسی﴾

ترے ضبط کی انتہا ہو گئی
ترے صبر کی ابتدا ہو گئی

تو اشکِ غم دل چھپاتا رہا
یہی خامشی اک ندا ہو گئی

تری زندگی اب ہمارے لئے
سپر بن گئی اک ردا ہو گئی

بڑھی شدتِ غم تو آنسو بہے
ہر اک سانس اپنی دعا ہو گئی

بہت روز سے دل کے ہونٹوں پہ تھی
دعا آج وہ برملا ہو گئی

یہ طوفان یہ چپو یہ ناؤ نہیں
جو منت کشِ ناخدا ہو گئی

یہ آہ و فغاں عشق ہنگامہ خیز
ہر اک آہ رد بلا ہو گئی

کئی رتجگے کہکشاں بن گئے
تری قوم تجھ پر فدا ہو گئی

نرالی تری آنکھ کی روشنی
کہ تاریکیٔ شب فنا ہو گئی

تڑپ کر ہوئے دل جونہی سجدہ ریز
فلک نے صدا دی شفا ہو گئی

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

تیرے پھول سے چہرے پر یہ آج نقاہت کیسی ہے
اتنا تو چپ چاپ سا کیوں ہے بول طبعیت کیسی ہے

تو تو ہماری شمع وفا ہے ہم ہیں تیرے پروانے
آئے دیکھے دنیا ہم کو تجھ سے محبت کیسی ہے

دیکھ کے آئینوں میں تیرا مکھ ہم زندہ رہتے ہیں
پہلے ہی ہم دور تھے اب تو پوچھ نہ حالت کیسی ہے

بھیگی بھیگی اب تو ہماری صبحیں ہر دم ہیں جاناں
گہری گہری شاموں کی اب پوچھ نہ صورت کیسی ہے

تیرے بے کل لمحوں نے یہ راز بھی ہم پہ کھول دیا
کیسے دعا ہے دل سے نکلتی، پی[1] کی علالت کیسی ہے

تیری شفایابی کی دعا ہی بس ہے ہمارے ہونٹوں پر
اور سسکتے سجدوں میں کیا کہیے رقت کیسی ہے

آج بجھا سا کیوں ہے پرتیم تیرے صدقے جائیں ہم
آ ہم تیرے درد سمیٹیں تیرے غم اپنائیں ہم

[1] پتیم کامخفف مراد محبوب

یہ سوچ میں ڈوبا ہوا ٹھہرا ہوا انداز
جیسے کبھی آپس میں تعلق نہ رہا ہو

تم نے تو کبھی درد کو یوں راہ نہ دی تھی
گویا کہ درِ دل پہ کڑا پہرا رہا ہو

مجھ سے تو نہیں رکتے یہ بہتے ہوئے آنسو
کیا بات ہے! کیا ہو گیا؟ کیوں مجھ سے خفا ہو

جیتے ہیں تمہیں دیکھ کے اور جینا یہی ہے
جیسے ہمیں جینے کا نیا فہم دیا ہو

سایہ ہو کڑی دھوپ میں اور پیاس میں بادل
اور بھوک میں ہو مائدہ، مشکل میں دعا ہو

میں کیوں نہ تمہیں روح و دل و جان سے چاہوں
کیا اور کوئی ہے جو اُجالوں سے بنا ہو

مخمور ہیں ہم سچی محبت کے نشے میں
جیسے کہ کوئی خواب کے عالم میں رہا ہو

آؤ نا کریں اس کے لئے بھیگی دعائیں
جو شخص ہمارے لئے سر تا پا دعا ہو

جھونکا نہ کبھی گرم ہوا کا اُسے چھوئے
ہر آن لئے سائے میں رحمت کی رِدا ہو

ایسے میں بہت درد سے ہوتی ہیں دعائیں
جب سینے میں دکھ درد سے اک حشر بپا ہو

کشکول لئے بیٹھے ہیں سب در کے بھکاری
اِس محسن و مشفق کو عطا پوری شفا ہو

امتہ الباری ناصر

احمدی بچیوں کے جانب سے
دعا برائے حضرت خلیفۃ المسیح

قرار و سکوں دل کو آتا نہیں ہے
کسی طور یہ چین پاتا نہیں ہے

کڑا وقت ہے اور بڑا اضطراب
کھلے ہیں مگر اس کی رحمت کے باب

دل غمزدہ تو ہراساں نہ ہو
دعا کر خدا سے پریشاں نہ ہو

بڑا اس نے احسان ہم پر کیا ہے
طریقہ تسلی کا بتلا دیا ہے

وہ ہے تیری شہ رگ سے زیادہ قریب
کہا اس نے بندوں کو

کہا میرے بندو نہ ہونا ملول
دعائیں کرو میں کروں گا قبول

وہی یاد وعدہ ترا کر رہی ہوں
بڑی آس لے کر دعا کر رہی ہوں

الٰہی ہمیں رنج و غم سے چھڑا دے
خوشی کی خبر ہم کو جلدی سنا دے

یہ ممکن نہیں ہے کہ خالی پھرے وہ
ترے در پہ بندہ جو کوئی صدا دے

خدایا میں ناچیز بندی ہوں تیری
میں جو مانگتی ہوں مجھے وہ دلا دے

ترے سامنے ہاتھ پھیلا رہی ہوں
مری شرم رکھ میری جھولی بھرا دے

وہ محبوب تیرا ہمارا خلیفہ
بہت دن سے بیمار ہے اب شفا دے

گھرے ہیں جو بادل یہ چھٹ جائیں سارے
ہوائیں تو رحمت کی اپنی چلا دے

کرم سے انہیں تندرستی عطا کر
بلائیں ٹلیں اور خوشیاں دکھا دے

اندھیرا مٹے روشنی پھیل جائے
اب اک اور عالم کو پھیرا دکھا دے

کہو سننے والو مرے ساتھ آمین
خدا تم کو بہتر سے بہتر جزا دے

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ

یہ نظم حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی علالت کے دورانِ ارشاد فرمائی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی علالت کے دوران 18-اکتوبر 2002 کے الفضل میں یہ نظم بغرض دعا شائع ہوئی جسے مسودہ میں بطور تبرک شامل کیا گیا ہے۔

ہاتھ کیوں نہ اٹھیں دعا کے لئے
چارہ گر درد آشنا کے لئے

وا ہوئے لب کشادہ سینے ہوئے
ملتجی ہو گئے دعا کے لئے

میرے آقا جناب طاہر سے
دور ہو ہر بلا خدا کے لئے

مبتلائے عوارضِ انساں
ہو گیا دے شفا خدا کے لئے

صرف جس نے کیا ہر اک لمحہ
دین اسلام کی بقا کے لئے

جس نے ہر اک کا درد اپنایا
چارا گر بن گیا خدا کے لئے

مونس و غمگسار، خنداں بلب
وقف کی ہر گھڑی دعا کے لئے

درد سینے میں کتنے پلتے رہے
مسکرایا تیری رضا کے لئے

ساری مخلوق کی بھلائی میں
وہ مسیحا بنا خدا کے لئے

صحت و عافیت مقدر ہو
ہر دعا ہے اس التجا کے لئے

علم و عرفاں کا چشمہ شیریں
جاری صادقؔ رہے خدا کے لئے

﴿صادق باجوہ﴾

دعا کرو کہ سروں پر رہے وہ ابرِ کرم
دلوں میں نور کی جو کھیتیاں اگاتا ہے

دعا کرو کہ نہ گہنائے تا ابد وہ چاند
جو ظلمتوں میں دیئے پیار کے جلاتا ہے

دعا کرو وہ شجر عمر بھر رہے قائم
وہ جس کے سائے میں ہر شخص چین پاتا ہے

دعا کرو کہ نہ آنچ آئے اس کے سر پہ کبھی
جو سب کو پیار سے اپنے گلے لگاتا ہے

دعا کرو وہ خزانہ کبھی نہ ہو خالی
جو غم نصیب غریبوں کے کام آتا ہے

دعا کرو کہ وہ پرچم سدا بلند رہے
خدا کے دیں کی طرف جو ہمیں بلاتا ہے

﴿ ثاقبؔ زیروی ﴾

رحمت تری نظر میں سمائی ہوئی تو ہے
کچھ دل کی آگ آج بجھائی ہوئی تو ہے
طوفاں ہیں آندھیاں ہیں تلاطم ہیں چار سو
پہ آس لگائی ہوئی تو ہے

پژمردہ ہے چمن، چمن والے اداس ہیں
صبحِ بہار لا ذرا کلیوں کو پھول کر
کر غمزدہ نگاہیں مسرت سے ہمکنار
دکھتے ہوئے دلوں کی دعائیں قبول کر

تیرے فقیر تیری گلی میں ہیں آ گئے
پہنچانتے ہوئے ترے عالی مقام کو
ہم تجھ سے بھیک مانگتے ہیں تیرے نام کی
شافی ہے تو شفا دے ہمارے امام کو

﴾عبدالمنان ناہید﴿

اے مالک ہر دو سرا
اے مہرباں مشکل کشا
بے تاب ہو کر ہے اٹھا
تیری طرف دستِ دعا

اے شافی مطلق خدا
جانِ جہاں کو دے شفا

سن کر یہ غم افزا خبر
بیمار ہے رشکِ قمر
ہیں مضطرب قلب و جگر
تیرا ہی ہے بس آسرا

اے شافی مطلق خدا
جانِ جہاں کو دے شفا

اے خالقِ کون و مکاں
بخشش کے بحرِ بے کراں
سن لے دعائے بیکساں
ہر دل کی ہے یہ التجا

اے شافی مطلق خدا
جانِ جہاں کو دے شفا

﴾چوہدری شبیر احمد﴿

اے خدائے ذوالمنن اے شافی مطلق خدا
آئے ہیں در پر ترے ہے عاجزانہ التجا
ہاتھ ہیں اٹھے ہوئے تیری طرف مولا کریم
اور سر سجدوں میں ہیں رکھے ہوئے مولا کریم
آج ہم ہیں مضمحل اور دل ہیں مرجھائے ہوئے
بھیک ہم ہیں مانگتے در پر ترے آئے ہوئے
خدمت دین متیں کا تو نے سونپا جس کو کام
مستعد ہو کر بجا لاتا رہا بااہتمام
ہاتھ میں ہم ہاتھ دیکر اس کے ساتھ آگے بڑھے
ہر کٹھن منزل کو طے کرتے ہوئے آگے بڑھے
ان دنوں بیمار ہے یہ تیرا عاشق اے خدا
تو شفاؤں کا ہے مالک دے اسے کامل شفا
دن ہو یا کہ رات ہو ہم مانگتے ہیں یہ دعا
اے خدا اب اک نمونہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھ کو سب قدرت ہے حاصل اے مرے رب الوریٰ
اے میرے رب الوریٰ ،ہاں اے میرے رب الوریٰ

﴿احمدی بیگم﴾

آنسوؤں کی پھر کوئی برسات لے کر آ گیا
ہاں ترے کوچے میں آدھی رات لے کر آ گیا
آہ و زاری کس قدر ہے آستانے پر تیرے
دیکھ کیسی بے بسی ہے اک دیوانے پر تیرے

مانگنے کا وصف تو مجھ میں نہیں میرے خدا
دے رہی ہے تیری رحمت پھر بھی مجھ کو حوصلہ
بن ترے کوئی نہیں ہے دیکھ میرے چارہ ساز
جانتا ہے تو خدایا میرے دل کا راز راز

بخش دے میری خطائیں اور سن لے التجا
منتظر رحمت کا ہوں تیری مرے حاجت روا
میں ہوں تیرا تو ہے میرا جانتا ہے ہر کوئی
تیرے در سے ہی مرادیں مانگتا ہے ہر کوئی

کون میرا ہے جہاں میں جز ترے میرے خدا
کس سے مانگوں میں شفا کی بھیک پھر تیرے سوا
مانگنے آیا شفا میں اپنے پیارے کیلئے
تو شفا دے دے اے شافی اپنے پیارے کیلئے

شافی مطلق شفا دے سارے پیاروں کو مرے
اور سکون دل عطا کر غم کے ماروں کو مرے
اب نسیمؔ بے نوا کی بس یہی ہے اک دعا
تو شفاؤں کا ہے مالک کر عطا ان کو شفا

﴿محمد افتخار احمد نسیمؔ﴾

دل کے درد نے کر دی مولیٰ
پیلی چاند کی وردی مولیٰ

اشک نے سجدوں کی برکھا میں
دھرتی جل تھل کر دی مولیٰ

ہم نے جب جھولی پھیلائی
تو نے جھولی بھر دی مولیٰ

کامل عاجل صحت دے دے
خیر ہووے دلبر دی مولیٰ

آنکھ مری دیدار کے قابل
کر دے میرے دردی مولیٰ

﴿احمد منیبؔ﴾

یوں تو در قبول پر میں کیا مری پکار کیا
ہے دل بے قرار کچھ؟ اس کے سوا قرار کیا

آپ ہیں جب سے مضمحل میرے حضور میرے دل
آگ لگے بہار کو میرے لئے بہار کیا

خلق خدا ہے منتظر کیجئے لطف کی نظر
ایک نظر تو دیکھئے کس کو ہے انتظار کیا

تیری نوائے درد سے بزم میں روشنی ہوئی
ورنہ غروب دہر پر ہونا تھا آشکار کیا

باد صبا ہے رقص خیز راہ گزر ہے سجدہ ریز
نکلا ابھی ادھر سے تھا پھر کوئی شہسوار کیا

آپ کے در کا یہ غلام سایہ طلب ہے صبح و شام
آپ کے اس غلام کا اور ہے روزگار کیا

﴿احمد مبارک﴾

وہ جو محبوب سب کا پیارا ہے
دل کی تسکین وہ ہمارا ہے
اے مرے شافی و قدیر خدا
تیری رحمت کا ہی سہارا ہے

جام خوشیوں کا پھر پلا پیارے
میرے آقا کو دے شفا پیارے

ہر کٹھن وقت ٹل ہی جاتا ہے
دل پژمردہ چین پاتا ہے
ہاں دعاؤں سے التجاؤں سے
خود تو بندے کے پاس آتا ہے

کتنا پیارا ہے تو مرے پیارے
میرے آقا کو دے شفا پیارے

تو نے ہر دم دیا ہمارا ساتھ
تیرے در سے پھریں نہ خالی ہاتھ
دل ہے اب بھی جھکا ترے آگے
کوئی مشکل نہیں ترے آگے

میری ڈھارس بندھا مرے پیارے
میرے آقا کو دے شفا پیارے

بخش دیتا ہے تو گناہوں کو
ڈھانپ لیتا ہے سب خطاؤں کو
اپنے پیاروں سے اس سے بڑھ کے سلوک
کون جانے تیری اداؤں کو

ہم پہ الفت کی اک نظر پیارے
میرے آقا کو دے شفا پیارے

ہم گنہگار بندے تیرے ہیں
غم کے سائے بہت گھنیرے ہیں
سایہ بن کے رہا ہمارے ساتھ
کتنے مشکل تھے دن جو پھیرے ہیں

اب بھی فریاد ہے مرے پیارے
میرے آقا کو دے شفا پیارے

ہیں محبت کے سلسلے اس سے
ہم کو بخشے ہیں ولولے اس نے
ہر خوشی ، غم میں وہ رہا ساتھی
دیئے جینے کے حوصلے اس نے

اس کا ہر دکھ مٹا مرے پیارے
میرے آقا کو دے شفا پیارے

ذات اس کی بہت ہی پیاری ہے
اس سے گلشن کی آبیاری ہے
میرے مولا! ترے کرم سے ہی
شبِ تاریک پھر نکھاری ہے

لوٹ آئیں وہ نور کے دھارے
میرے آقا کو دے شفا پیارے

﴿مبشرہ بشارت﴾

وعلیکم السلام اے آشنائے کوئے یار
وعلیکم السلام اے میرے دل کے شہسوار

وعلیکم السلام اے سایۂ فضل خدا
وعلیکم السلام اے غمزدوں کے غمگسار

کامل و عاجل شفا اور عمر ہو تری دراز
ہوں کرم تجھ پر خدا کے مستقل اور بیشمار

پھر ترے لفظوں کے جادو سے چمن گلزار ہوں
پھر ترے قدموں کو چھو کر ہوں ہوائیں مشکبار

پھر ترے دیوانے آئیں قافلہ در قافلہ
پھر سجے محفل ترے جلووں کی اک جانِ بہار

تو نے ہر حالت میں بخشی اک جہاں کو روشنی
رات بھر جل جل کے ہو کر بیقرار و دلفگار

دیکھ تو آ کر کہ پھر کیسے تری آواز پر
جاں ہتھیلی پر رکھے آتے ہیں تیرے جاں نثار

راجہ محمد یوسف

کوئے جاناں میں صدا کر دیکھیں
آہ و زاری و بُکا کر دیکھیں

ہفت افلاک پہ جانے والی
ھُوک سینے سے اٹھا کر دیکھیں

جوش ، رحمت کو دلانے والے
اشک پلکوں پہ سجا کر دیکھیں

اس مجیب اور سمیع کو اپنی
بھیگی فریاد سنا کر دیکھیں

ہے وہ ہر چیز پہ قادر اس کو
کام انہونا بتا کر دیکھیں

ان کی اک عمر خضر کی خاطر
کاسئہ بھیک اٹھا کر دیکھیں

ہو عطا ان کو شفائے کامل
حشر سجدہ میں بپا کر دیکھیں

شافیا! تجھ کو قسم ہے تری
کوئی اعجازِ شفاء کر ، دیکھیں

﴿مبارک احمد ظفر﴾

تُو تو ہر بات پہ قادر ہے شفا کے مالک!
دستِ قدرت کا ہے مرہون یہ سارا عالم
تیرے اک ''کن'' پہ ہے موقوف جہاں کی تقدیر
تیرے اک حکم سے مٹ جاتے ہیں سب کرب و الم
تو رگِ جاں سے بھی اقرب، ہے تری ذات سمیع
تُو تو سن لیتا ہے مضطر کی دعائیں ہر دم
تیرا فرماں ہے پکارو! میں سنوں گا تم کو
واسطہ تیری بشارت کا ترے وعدے کی قسم
میرا محسن ، میرا محبوب ہے بیمار بہت
شافی و کافی مرے مولیٰ! تیری اک نظرِ کرم!
بخش دے عمرِ خضر ، اور شفائے کامل
سر بسجدہ تری چوکھٹ پہ ہوں ، اے فیضِ اتم!
کتنے کشکول دھرے ہیں ترے پیارے کے لئے
ہیں ہر اک دیس میں عشاق کی آنکھیں پرنم
تیرے بن کون بھرے گا یہ ہمارے کشکول
ایک تیرا ہی درِ فیض کھلا ہے ہر دم

﴿عطاء المجیب راشدؔ﴾

میرے حضور کچھ تو ذرا بات کیجئے
کتنے دنوں سے چپ ہیں ملاقات کیجئے

لوگوں کے دل اداس ہیں اور کس قدر حزیں
اٹھئے اور پھر سے ویسے ہی خطبات کیجئے

میرے خدا تو ان کو عمر خضر کر عطا
معجز نما کچھ ایسی کرامات کیجئے

یا رب یہ تیرا سلسلہ یوں ہی رہے مدام
آئے نہ اس پہ شام نہ ہی رات کیجئے

یارب یہ چاند حشر تک تابندہ تر رہے
کچھ ایسے اس پہ فضل و عنایات کیجئے

مولا تو میرے درد کی اک بار سن دعا
آئیں وہ گھر یوں منقلب حالات کیجئے

﴿نثار باجوہ﴾

ہم اہلِ درد کا وہ ایک ہی سہارا ہے
خدا دلوں پہ اسی سے تو آشکارا ہے

اسی کے دم سے سلامت اسی سے روشن ہے
یہ گھر جو امن و محبت کا استعارہ ہے

یہ نور کب کسی انسان کے مقدر میں
وہ آفتاب ہے؟ مہتاب ہے؟ ستارہ ہے؟

وہ جس کے قدموں میں رفتار ہے شعاعوں کی
زہے نصیب کہ وہ پیشوا ہمارا ہے

بجز خدا اسے کیسے کوئی سہارا دے
بذاتِ خود جو توانائی ہے، سہارا ہے

جو لڑکھڑائے تو ڈوبے ہے کائنات کی نبض
وہ ایک شخص ہمیں زندگی سے پیارا ہے

ہم اس کے دکھ میں خدایا تجھے پکارتے ہیں
وہ جس نے اوروں کے دکھ میں تجھے پکارا ہے

ہم اس کے علم سے تا حشر فیض پاتے رہیں
جو اپنی ذات میں یونان ہے بخارا ہے

مرے خدا مری خاموشیوں کو سن لینا
کہ میرا نطق تو رنج و الم سے ہارا ہے

﴿آصف محمود باسط﴾

تم نے ہمیشہ کی ہمیں فتح مبیں عطا
دشمن کو جھوٹی خوشیوں کا موقع نہیں ملا
لاچار ہم ہیں تُو تو نہیں ہے مرے خدا
ارحم من السماء ارحم من السماء

کرب و بلا کا باقی نہیں ہم میں حوصلہ
ہم نے تو لا کے خود کو ترے در پہ دھر دیا
جو حکم ہو تو خاک کی چٹکی سے ہو شفا
ارحم من السماء ارحم من السماء

تو وہ ہے جس نے کیڑے کو پتھر میں دی غذا
پرندوں نے ہے تجھی پہ توکل کیا ہوا
قادر! ہم بے بسوں کو زیادہ نہ آزما
ارحم من السماء ارحم من السماء

سائل تری جناب سے خالی نہیں پھرا
دنیا نے تو کسی کو کبھی کچھ نہیں دیا
تجھ کو تری صفات کریمی کا واسطہ
ارحم من السماء ارحم من السماء

تیری ہی ذات سے ملا ہے جو بھی سکھ ملا
فضل و کرم سے تیرے ٹلا ہے جو بھی دکھ ٹلا
تیرے ہی در سے ملتی ہے بیمار کو شفا

ارحم من السماء ارحم من السماء

تجھ سے تو اے علیم! مرا کچھ نہیں چھپا
کوئی بھی جانتا نہیں مجھ کو ترے سوا
کیا مانگوں؟ کیسے مانگوں مجھے کچھ نہیں پتا

ارحم من السماء ارحم من السماء

سن لے تو ان خموش نگاہوں کی التجا
ہر دم میں تجھ سے مانگتی ہوں خیر کی دعا
دے دے شفا حضور کو شافی ہے تو خدا

ارحم من السماء ارحم من السماء

﴿امتہ الباری ناصر﴾

پھول بھیجے ہیں چاند تاروں نے
غسل صحت کیا ہے پیاروں نے
آنسوؤں کے سفر میں حد کر دی
بھیگی پلکوں نے غم کے ماروں نے
آسماں سے بشارتیں اتریں
جن کو دیکھا نہ پہرے داروں نے
بارش غم میں کیا نبھایا ہے
عہد بیعت کو خاکساروں نے
معجزۂ شفا سے پائی ہے
روشنی سی گناہ گاروں نے
چرچا تیرا گلوں میں، خوشبو میں
ذکر چھیڑا ترا بہاروں نے
ہے بچایا مجھے بھٹکنے سے
تیری یادوں کے مرغزاروں نے
میکدہ کیوں اداس ہے قدسیؔ
بارہا پوچھا بادہ خواروں نے

﴿عبدالکریم قدسیؔ﴾

وہ زندگی انہیں اے میرے کارساز دے
رشک حیات دے مرے پروردگار دے

ہر احمدی کا سر ترے در پر جھکا رہے
حضرت کی ہر خوشی کی خبر بار بار دے

لختِ جگر مسیح الزمان و مکان وہ
جھولی کو بھر مری اُسے اتنا قرار دے

اسلام کا علم میرے حضرت کے ہاتھ میں
اب اس علم کو کون و مکاں کردگار دے

میں تو گناہگار ہوں عاجز ہوں مرے رب
سن لے میری صدا اسے اپنی بہار دے

میں کچھ نہیں پہ تو تو ہے شافی میرے خدا
اپنی شفا کا معجزہ اس کو قرار دے

اب ختم ہوں خزاؤں کے بے مہر سلسلے
رحمت کو اپنی یوں مرے طاؔہر پہ وار دے

میں تیرے در کو چھوڑ کر جاؤں کہاں بتا
یہ تیری شان ہے تو مجھے بار بار دے

میرے امام کی ہوں دعائیں سبھی قبول
اپنی عطا سے اِن کو بے حد و شمار دے

تاریخ فتح مکہ تو دھرا دے ایک بار
میرے حضور کو تُو وہی جانثار دے

﴿شاہدہ سید﴾

بہتا ہے لہو میں ، وہ مری روحِ رواں ہے
دھڑکن ہے مرے دل کی ، وہی جانِ جہاں ہے
وہ سید و مرشد ہی نہیں میرا جنوں ہے
بیمار ہے جب وہ تو مجھے چین کہاں ہے
وہ دھیان کے ہر زینے پہ خاموش کھڑا ہے
جس وقت سے اس جانِ تمنا کا سنا ہے

کس موڑ پہ رکھا نہ بھرم اہل وفا کا
کس کے لئے تڑپا نہیں پیکر وہ رضا کا
کس رُت کی ہوا اُس کی محبت سے نہ مہکی
کس خاک پہ برسا نہیں وہ ابر دعا کا
اے مولی، مرے مولیٰ کہ سب تیری عطا ہے
دے صحتِ کامل اسے ہر دل کی صدا ہے

تابانیِ دل ، روئے ضیا بار نہ دیکھوں؟
کیا اپنی ہی جاں کو میں سبکسار نہ دیکھوں؟
گہرا ہے سمندر سے بھی جو پیار نہ دیکھوں؟
کیا اَور ، وہی شفقت و ایثار نہ دیکھوں؟
اب تو ہی بتا کیا تری مرضی اے خدا ہے؟
دے زندگی میری بھی اسے، میری دعا ہے

﴿جمیل الرحمٰن﴾

ہر چشمِ نم سے اشک کے دھارے! دعا دعا
ہر دل تڑپ تڑپ کے پکارے! شفا شفا
ہر بیقرار آنکھ ہے تجھ کو ہی دیکھتی
ہر سر ہے سجدہ ریز، پکارے، خدا! خدا!
امواجِ غم میں کشتیِ دستِ دعا ہے آس
ہیں ڈوبتے دلوں کے سہارے! دعا دعا

اے میرے چارہ گر اے مرے کارسازِ غم!
اے میرے سارے پیاروں سے پیارے خدا، خود آ!

وہ شخص جو مریض غمِ عشق ہے ترا
دے اس کو معجزوں سے پیارے شفا شفا

تجھ کو تری مجیب صفت ذات کی قسم!
دیکھ اپنے بیکسوں کے اشارے! شفا شفا

یہ سسکیاں ہیں مانگتی، رحمت کی لوریاں
دے دے تسلیوں کے ''ہلارے'' ذرا ذرا

اے احمدی! تو اٹھ کہ تری جاں ہے بیقرار
ہے فرض تیرا تجھ کو پکارے! دعا دعا

چشمِ صدف سے اشک کے موتی نکل نکل!
لہروں سے مل کے ڈھونڈ، کنارے لگا لگا

﴿ضیاءاللہ مبشر﴾

دعا پہ زور تھا، سہارا تھا
تمہارے درد سے بے چین شہر سارا تھا

ہر اک نے گریہ و زاری میں رات کاٹی تھی
ہر اک نے گریہ و زاری میں دن گزارا تھا

ملا نہ چین ترے عشق کے مریضوں کو
ترے مرض کا مداوا ہی ان کا چارا تھا

ہزار شکر کہ دیکھا ہے پھر ترا چہرہ
کہ جس سے تیرا وہی حسن آشکارا تھا

ہمارے سر پہ ترا سایۂ کرم قائم
تو سارا کچھ ہی سلامت ہے اور ہم قائم

﴿ڈاکٹر پرویز پروازی﴾

ہمارے پیارے آقا کو خدا عمرِ خضر بخشے
وجود اُن کا مبارک وجہ ایمان ہونے والا ہے

چمن کے برگ و گل پر بھی بڑا احسان ہے اُن کا
کہ اُن کی آبیاری سے گلستان ہونے والا ہے

یہ اُن کے فیض انور کا فقط ادنیٰ کرشمہ ہے
ہمارا نام ترکیؔ! مہر تاباں ہونے والا ہے

﴿الحاج محمد افضل خان ترکیؔ﴾

چمکا وہ آسمان خلافت پہ اس طرح
دنیائے بحر و بر پہ وہ احسان کر گیا
عاشق رسول کا تھا وہ خادم مسیح کا
ہر لمحہ اپنی زیست کا قربان کر گیا

آج جب نکلا تھا سورج رات ڈھل جانے کے بعد
اک صدا آئی کہ آجا دل کے رک جانے کے بعد

حق تعالیٰ کا بُلاوا آگیا یک لخت ہی
کہہ دیا لبیک بس آواز آ جانے کے بعد

ہائے یہ رنج و الم ہم تو ترستے ہی رہے
خواب میں شاید کبھی آجائیں اب جانے کے بعد

اُن کے دل میں بھی نہاں تھی ہم سے ملنے کی تڑپ
اشک ظاہر کر رہے تھے دُور تر جانے کے بعد

آرزوئے وصل دل میں اپنے پیاروں کے لئے
ہے فضا اب بھی معطر پھول مرجھانے کے بعد

آہ! کیسی بے بسی تھی بس تڑپتے ہی رہے
لاکھوں پروانے چراغِ ہستی بُجھ جانے کے بعد

کر عطا یارب ! جماعت کو مثالی اتحاد
اب رہیں ثابت قدم ہم ڈگمگا جانے کے بعد

میرا آقا پیارا طاہر دعوت حق کا جری
دل بڑا بے چین ہے اُن کے چلے جانے کے بعد

اپنے آبائے مقدس کے گروہ میں جا ملے
حق تعالیٰ کی طرف سے حکم آجانے کے بعد

ہجر کے ماروں کو یاربّ! کر عطا صبر و سکون
واسطہ ہے مصطفیٰؐ کا در پہ جھک جانے کے بعد

میرے مولیٰ! کر عطا اب ارفع و اعلیٰ مقام
سایہ افگن تیری رحمت خُلد میں جانے کے بعد

وہ سراپا نور تھے اک نور کا مینار تھے
اک ستارہ اور چمکا چاند چھپ جانے کے بعد

حافظ و ناصر ہو ربّ دو جہاں ان کا مدام
واجب طاعت ہیں سر پر تاج سج جانے کے بعد

خالق ہر دو جہاں کی رحمتیں ہیں سربسر
خوف کو بدلا امن میں دل سنبھل جانے کے بعد

﴿رضوانہ اکرام﴾

خیال و خواب میں ہر دم تری تصویر دیکھیں گے
جو پھیلائی ہے تو نے علم کی تنویر دیکھیں گے
کبھی تڑپیں گے ہم سن کر تری پُرجوش تقریریں
نگاہ شوق سے گاہے تری تحریر دیکھیں گے

لکھا جو نام دل پر وہ مٹایا جا نہیں سکتا
مرا طاہر کبھی ہم سے بھلایا جا نہیں سکتا

نیا ساقی، نئے پیمانے ہونگے، انجمن ہو گی
تصرف میں نئے نباض کے نبضِ زمن ہو گی
کرے گا باغبان نو چمن کی آبیاری پھر
نئے انداز سے لاریب تزئین چمن ہوگی

مگر تیری محبت کے فسانے یاد آئیں گے
نئے نغموں میں بھی تیرے ترانے یاد آئیں گے

ترا انداز نو، عہد کہن کا ترجماں بھی تھا
تو ہی تو گلشن ہستی میں مثل باغباں بھی تھا
کئی اسرار پوشیدہ ہیں بطن علم و عرفاں میں
پہ ان کو کھولنے والا تو ہی اک رازداں بھی تھا

ترا انداز ہر دم کاشف صد راز تھا گویا
ترا یہ عہد زریں صورت اعجاز تھا گویا

کھلے در جن میں نصرت کے کئی وہ ماہ و سال آئے
تری تحریکِ وقفِ نو میں کتنے نونہال آئے!
سراسر برکتوں کا باب تیرا دور زریں تھا
ہزاروں ابتلا بھی صورت فرخندہ فال آئے

بشکل ساز عالمگیر ایم ٹی اے دیا تو نے!
ہزاروں اسود و احمر کا دل کیسے لیا تو نے!

ترا سایہ سرگ تھا شانتی پیغام تھا تیرا
جہاں میں صلح کاری ہی فقط اک کام تھا تیرا
عجب تھا یہ تصرف کہ تو اسم بامسمیٰ تھا
مقدس تھا ترا ہر کام طاہر نام تھا تیرا

سنہری کارنامے تا ابد تابندہ تر تیرے
نمایاں کارہا ہیں سینکڑوں پائندہ تر تیرے

تری اردو کلاسوں کے وہ منظر یاد آئیں گے
ترے درسوں میں جو لُٹتے تھے گوہر یاد آئیں گے
فراوانی نکات نو کی اکثر گدگدائے گی
مئے عرفاں کے گاہے گاہے ساغر یاد آئیں گے

نگاہوں سے چھپے گا تو دلوں میں تیرا گھر ہو گا!
عجب تیرا سفر ہو گا، عجب تیرا حضر ہو گا!

جو پہنائی ہے ہم کو پیار کی زنجیر دیکھیں گے
نگاہوں میں تری پھرتی ہوئی تصویر دیکھیں گے
تری یادیں دلوں کو پھر مسخر کرتی جائیں گی
تری ہم درد سے بھی قوت تسخیر دیکھیں گے

جو بستا ہو تصور میں میں اس کو رو نہیں سکتا
ترا جلوہ کبھی آنکھوں سے اوجھل ہو نہیں سکتا

﴿عبدالسلام اسلام﴾

پہلے ہی ہم ہجر کے مارے تھے از حد بے قرار
اب تو پرتیم چل دیا پردیس سے بھی دور پار
افتخار بزم تھا تو عزم میں کوہِ وقار
اب تجھے ڈھونڈا کریں گے حشر تک لیل و نہار
تو ہمارے پاس تھا پر آج پردیسی ہوا
اب کہاں پائیں گے ہم ابر بہاراں کی پھوار
سو گیا چپ چاپ تو اے بلبل شیریں نوا
پھرتے ہیں گلیوں میں دیوانے ترے پروانہ وار
ایک سناٹا سا ہے سارے گلستاں پر محیط
ہر کسی کا دل دکھی ہے اور آنکھیں اشکبار
حرف گویا تیرے ہونٹوں پر مہکتے پھول تھے
ہر سخن جادو اثر تھا لفظ دُرِّ شاہوار
آئینوں میں عکس و آہنگ ہیں ترے جلوہ پذیر
یہ تری یادوں کا ایک شہر عجائب زرنِگار

کون سا دل ہے کہ ہے جو تیری چاہت سے تہی
کون سا گھر ہے جہاں چھلکا نہیں ہے تیرا پیار

کون ہے جس نے نہ پایا تجھ سے فیضان دعا
کون ہے جس پر کرم تیرا ہوا نہ بار بار

کس کو بتلائے کہ کتنا بے سہارا ہو گیا
یہ ترا عابؔد ترا عاشق ترا خدمت گزار

جب زیادہ ہی دکھے تو دل کو سمجھاتے ہیں ہم
یہ ہمارا تو نہیں قادر کا ہے سب کاروبار

پہلے بھی ہم نے جہاں زیرِ زمیں رکھے ہیں چاند
پھر وہیں اگتی ہے دیکھی کہکشاؤں کی قطار

باغ احمد میں کھلا پھر اک تروتازہ گلاب
”آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار“

آنے والے فضل رب سے تو سدا مسرور ہو
جانے والے تجھ پہ اس کی رحمتیں ہوں بے شمار

﴿مبارک احمد عابؔد﴾

رخصت کی جو تیاری ہنگامِ سفر ہو گی
جو ہاتھ ہے لرزے گا جو آنکھ ہے تر ہو گی

کچھ تو ہی بتا آخر تجھ کو تو خبر ہو گی
کس بزم میں وہ شمع اے دیدۂ تر ہو گی

فرصت کی گھڑی گزری فرقت کی گھڑی آئی
ہر دل ہے کہ تڑپے گا ہر آنکھ بھنور ہو گی

فریاد کے موسم میں اٹھ جائیں گی سب روکیں
گر جائیں گی اشکوں سے جو روک جدھر ہو گی

تجھ پہ ہی تو واری ہے جو عمر گزاری ہے
تیرے ہی لئے ہو گی جو سانس بسر ہو گی

اس درد کے زنداں میں محصور ہیں تو کیا ہے
کھل جائیں گے دروازے جب اس کی نظر ہو گی

اب اشک مرے ہر سو ڈھونڈا کریں گے ان کو
اشکوں کی فراوانی تاحدِ نظر ہو گی

اب اس سے غرض کیا ہے روتے ہیں کہ ہنستے ہیں
ہم عمر گزاریں گے جیسے بھی بسر ہو گی

﴿احمد مبارک﴾

یہ نظم صنعتِ تو شیع میں ہے جس کے ہر شعر کے مصرع اولیٰ کا حرف اول لینے سے ممد وح کا نام یعنی ''مرزا طاہر احمد'' برآمد ہو تا ہے۔

منبع علم و عمل اور پیکر صدق و صفا
ذات پر تیری رہا ہر آن فیضان خدا

روشنی علم و عمل کی تیرگی میں تجھ سے تھی
عزم و استقلال کا پیکر تھی تیری زندگی

زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی تری
معترف خلق و مروت کے ہیں تیرے غیر بھی

آدمی کو آدمیت آشنا تو نے کیا
آشتی کا آندھیوں میں کر دیا روشن دیا

طاہر و محمود تیری ہر ادا ہر بات تھی
مرجعِ خلقِ خدائے پاک تیری ذات تھی
آشنا رمزِ حقیقت سے کیا تو نے ہمیں
گامزن راہِ وفا پر کر دیا تو نے ہمیں
ہوگئی اندھیر دنیا تو جدا جس دم ہوا
اشکبار آنکھیں ہوئیں اور دل ہمارا بجھ گیا
رو رہے ہیں تیرے شیدائی جدائی میں تری
سچ تو یہ ہے ہوگئی بے کیف اپنی زندگی
''آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے''
حسن عالمتاب تیرا جلوہ گر ہے آج بھی
یاد تیری ہمدم شام و سحر ہے آج بھی
میرے طاہرؔ کفر سے تو برسر پیکار تھا
تیرا دم اعدائے ملت کے لئے تلوار تھا
دردِ دل سے اب ترے محمودؔ کی ہے یہ دعا
تیرے مرقد پر کرے نازل خدا رحمت سدا

﴿ڈاکٹر محمود الحسن﴾

یہ کس کی جدائی پہ زمیں کانپ اٹھی ہے
وہ مرد خدا مرد خدا مرد خدا ہے
وہ مظہر رابع تیری قدرت کا تھا مولیٰ
جو درد کے ماروں سے جدا ہو کے گیا ہے

محبوب تھا، دلدار تھا، ستار تھا سب کا
ہر سینے میں روشن اسی الفت کا دیا ہے
ہر لمحہ رہا دین کی خدمت میں ہی وہ وقف
علموں کا خزانہ بھی وہ اک چھوڑ گیا ہے

راضی تھا خدا سے وہ خدا اس سے تھا راضی
واللہ وہ اس کے ہی بلاوے پہ گیا ہے
اب تو ہی بتا کیسے سہیں درد جدائی
یہ غم تیری فرقت کا تو ہر غم سے سوا ہے

دل زخمی ہے اور اشک بھی تھمتے نہیں لیکن
راضی ہیں اسی میں کہ جو مولیٰ کی رضا ہے
یادیں تری سینے سے مٹائے نہ مٹیں گی
بھر دے اسے مولیٰ! مرے دل میں جو خلا ہے

اللہ نے ہے خوف کو پھر امن سے بدلا
مسرور ہے بخشا ہمیں مسرور گیا ہے
ہاں وعدہ تمکین بھی ہوتا رہے پورا
پھر عاشق صادق کی یہ دن رات دعا ہے

﴿طیبہ رضوان﴾

ہم کو روتا اور تڑپتا چھوڑ کر
جانب خُلدِ بریں رخصت ہوئے
صبر دینے والے ہم کو صبر دے
طاہر دینِ متیں رُخصت ہوئے

﴿عبدالکریم قدسیؔ﴾

اک مہرباں جو خوشیاں سدا بانٹتے رہے
افسوس آج ہم کو رلا کر چلے گئے

سَن دو ہزار تین میں انیسویں اپریل
وہ اپنے سارے فرض نبھا کر چلے گئے

رحلت کے دن بھی فجر میں پہنچے خدا کے گھر
معراج کا وہ راز بتا کر چلے گئے

ممکن کیا دعاؤں سے ناممکنات کو
وہ ایسے معجزات دکھا کر چلے گئے

تحریر اور تقریر کا یوں حق ادا کیا
سارے جہان کو وہ ہلا کر چلے گئے

اک نفس مطمئنہ تھے سبطِ مسیح پاک
خلد بریں کا مژدہ سنا کر چلے گئے

غرب کو حیران کر دیا
ماہ عرب کا حسن دکھا کر چلے گئے

کیا حال ہو گا گلشن اردو کلاس کا
شفقت کا جس پہ نقش جما کر چلے گئے

لازم ہے غم کے ماروں کو صبر جمیل ہی
طاہر یہ حکم ہم کو سنا کر چلے گئے

شبیر ان سے کہہ نہ سکا اپنا حالِ دل
دامن وہ اپنا مجھ سے بچا کر چلے گئے

﴿چوہدری شبیر احمد﴾

ہر دل دلِ حزیں ہے ہر آنکھ اشکبار
یارب! آسمان سے کوئی سکوں اتار

گویا تری جدائی میں ہر چیز سوگوار
حد درجہ اس بہار میں جلتے ہوئے چنار

آنکھوں کے نور، دل کے چین، روح کے قرار
میں ہوں ترا ملول مجھے ہنس کے پھر پکار

گلیوں میں تیرے شہر کی بے چارگی کی دھول
اور کوچہ ہائے دل میں اڑے گرد اور غبار

جیسے کہ آفتاب کوئی ڈھل گیا منیبؔ
جیسے کہ کوئی خواب ہو قوس قزح کے پار

﴿احمد منیب﴾

اے جانے والے پیارے روتے ہیں غم کے مارے
محزوں ہیں دل ہمارے ہر شخص رو رہا ہے

گو اشک بہہ رہے ہیں دل غم سے پھٹ رہا ہے
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہے

''میں دل کی کیا سناؤں کس کو یہ غم بتاؤں''
چھوٹا ہے غم جو دل سے حرفوں میں ڈھل گیا ہے

بندے ہیں جس خدا کے اس پہ ہی جاں فدا ہے
سب سے ہے جو پیارا اس نے بلا لیا ہے

''تو ہے جو پالتا ہے ہر دم سنبھالتا ہے
غم سے نکالتا ہے دردوں کو ٹالتا ہے''

''باقی وہی ہمیشہ غیر اس کے سب ہیں فانی''
غیروں سے دل لگانا جھوٹی یہ سب کتھا ہے

''تیرا یہ سب کرم ہے تو رحمت اتم ہے''
طاہر لیا جو تو نے مسرور دے دیا ہے

مسرور ہو گئے دل مسرور مل گیا ہے
جس نے دیا تھا طاہر اس کی ہی یہ عطا ہے

﴿مقصود الحق﴾

لمحہ لمحہ شمار کرتے رہے
ہم تیرا انتظار کرتے رہے

کل یا پرسوں کے تیرے وعدے کا
عمر بھر انتظار کرتے رہے

کاش جانو کہ ہم تمہارے بنا
کیسے لیل و نہار کرتے رہے

آنکھ ساون کو مات دیتی رہی
اشک چیخ و پکار کرتے رہے

جرم ٹھہرا یہاں پہ عشق تو ہم
جرم یہ بار بار کرتے رہے

تو نے آغوش میں پناہیں دیں
جب عدو ہم پہ وار کرتے رہے

جس بھی رہ پر تمہارے پاؤں پڑے
ہم اسے راہگزار کرتے رہے

زندگی ان پہ رشک کرتی رہی
تجھ پہ جو جان نثار کرتے رہے

تیرے جانے سے ہم نے جانا ہے
تم ہمیں کتنا پیار کرتے رہے

﴿محمد طاہر ندیم﴾

چمک رہے ہیں بھنور آنسوؤں کے، پانی میں
اجل نے ڈالی گرہ ہجر کی روانی میں
محبتوں کی غریب الوطن کہانی میں

وہ دلنواز ابھی بزم رنگ و بو میں تھا
وہ خواب یکتا ابھی چشمِ آرزو میں تھا

مرا حبیب، میری جاں وہ آفتاب مرا
مرا چراغِ شب غم، وہ ماہتاب مرا
مرا پپیہا، وہ ساغر مرا سحاب مرا

لگا کے باغِ محبت یہ کیا کیا اس نے
فضائے جاں ہی کا موسم بدل دیا اُس نے

پھٹی زمین نہ کہیں سر پہ آسمان گرا
چلی ہوائے مشیّت تو بجھ گیا ہے دیا
عجب تماشہ ہے بے بس کھڑے ہیں اہلِ وفا

حلق میں اشک ٹپکتے ہیں غم نے گھیرا ہے
دہائی دیتی ہیں آنکھیں بہت اندھیرا ہے

یہ منزلوں کی اداسی، یہ خواہشوں کے کھنڈر
یہ رہ ٹٹولتے جذبے، یہ جان لیوا خبر
سرِ وجود یہ کیا ہو گیا ہے زیر و زبر

نہ کام آئی ہیں قسمیں، نہ زورِ عشق چلا
بس آئی ایک صدا سی، " وہ جانِ جاں تو گیا "

ہزار رحمتیں نازل ہوں جانے والے پر
ہمارے درد کو اپنا بنانے والے پر
ہمارے ناز اٹھا کے رلانے والے پر

وہ چارہ گر کہ ہر اک زخم کا رفوگر تھا
مرا تو ہونا بھی شاید اُسی کے بل پر تھا

حکیم و عالم و شاعر، خطیب و شاہ گیا
نظر تھی جس کی اُلوہی وہ خوش نگاہ گیا
دکھا کہ شانِ ادا، حسن بے پناہ گیا

گیا وہ جس کے سبھی رنگ تھے گلستاں میں
نہیں ہے جس کی طرح کوئی اور خوباں میں

جہانِ خاک میں ناپائیدار ہونا بھی
عجیب دکھ ہے یہ مُشتِ غُبار ہونا بھی
کسی کے عشق میں بے اختیار ہونا بھی
میں دل کی بات کہوں تو سنے اگر ۔۔۔اے دوست!
رضائے مولیٰ پہ راضی تو ہوں مگر ۔۔۔اے دوست!

﴿جمیل الرحمان﴾

یہ تم نے کیا کیا جاناں۔ یہ تم نے کیا کیا جاناں

ابھی تو لوٹ کے آنے کا وعدہ بھی نبھانا تھا

ابھی تو شہر کی گلیوں میں بھی پھرنا پھرانا تھا

ابھی تو اپنی بستی کے گلی کوچے سجانا تھا

ابھی تو ہجر کے ماروں کی بھی ڈھارس بندھانا تھا

ابھی تو شعر کہنے تھے ابھی تو گنگنانا تھا

ابھی تو آنسوؤں کے ساتھ ہم نے مسکرانا تھا

ابھی تو مل کے ہم نے پیار کے نغمات گانے تھے

ابھی تو دل کے سارے داغ بھی تم کو دکھانے تھے

جو مثل ریگ ہاتھوں سے ہیں نکلے کیا زمانے تھے

یہ تم نے کیا کیا جاناں۔ یہ تم نے کیا کیا جاناں

ابھی تو روبرو ہم نے ملاقاتیں بھی کرنی تھیں
ابھی تو تم سے دل کی کتنی ہی باتیں بھی کرنی تھیں
ابھی تو ناز اٹھوانے ، مداراتیں بھی کرنی تھیں
ابھی اہل وفا نے نذر سوغاتیں بھی کرنی تھیں
ابھی تو میری جاں ہم کو دعاؤں کی ضرورت تھی
ابھی تو دان تم نے ہم کو خیراتیں بھی کرنی تھیں
ابھی تو تشنگی دل کی مرے بجھنے نہ پائی تھی
ابھی تو پیار کی کچھ اور برساتیں بھی کرنی تھیں
تھے اس بستی کے باسی منتظر کہ چاند نکلے گا
منور نور سے ہم نے سیاہ راتیں بھی کرنی تھیں
ابھی تو چاندنی کو میرے آنگن میں اترنا تھا
یہ تم نے کیا کیا جاناں۔ یہ تم نے کیا کیا جاناں

یہ میری اور تمہاری پیاری بستی ۔ زندہ دل بستی

کہ جس کے تم بھی شیدائی تھے جس کی میں بھی شیدا ہوں

اچانک ہی خبر ایسی سنی کہ ایسے لگتا ہے

کہ جیسے کوئی سایہ ہو گیا ہو یا کوئی جادو

اثر سے جس کے

ہر ذی روح پتھر بن کے رہ جائے

اگر تم دیکھ لیتے حال اس دم اپنی بستی کا

تو کتنے دلگرفتہ، کس قدر دلگیر ہو جاتے

میرے آنسو تمہارے پاؤں کی زنجیر ہو جاتے

اے کاش ایسا ہی ہو جاتا ، اے کاش ایسا بھی ہو سکتا

نہ بازاروں میں سڑکوں پہ کوئی رونق نہ ہنگامہ

ہر اک سو ہو کا عالم اور سناٹا سا طاری تھا

فسردہ صبحیں، غمگیں شامیں اور سہمی ہوئی راتیں

تھیں بس سرگوشیوں میں ہولے ہولے کرب کی باتیں

فقط بس سسکیوں کی سرسراہٹ تھی فضاوں میں
اداسی رچ گئی تھی میری بستی کی فضاوں میں
یکا یک دی ندا ہاتف نے
ہلچل سی ہوئی پیدا
لی اس بستی نے انگڑائی دریچہ دل کا بھی کھولا
خدا کے فضل کا سایہ ۔ خدا کے پیار کا جلوہ
سبھی اہل وفا کو اہل بینش کو نظر آیا
افق پہ روشنی ابھری۔ ستارہ ایک پھر چمکا
اجالے کی کرن نے ہر اندھیرا ختم کر ڈالا
ہر اک مضطر کے دل پر اک سکینت سی ہوئی طاری
ہر اک کے لب پہ کلمہ ہائے حمد و شکر تھے جاری
''خدا دارم چہ غم دارم خدا داری چہ غم داری''
''خدا دارم چہ غم دارم خدا داری چہ غم داری''
مگر میں کیا کروں جاناں مجھے تم یاد آتے ہو
تمہارے ساتھ کتنے چہرے یادوں میں چلے آئے

وہ اجلے چاند چہرے

سوچ کر ہی جن کو میرے دل کی نگری میں اجالا ہو

چراغاں ہی چراغاں ہو

مری جاں میں کبھی تم کو نہ ہر گز بھول پاؤں گی

میں پھر اک بار اپنے عہد کی تجدید کرتی ہوں

جو میں نے تم سے باندھا تھا نہ وہ پیمان توڑوں گی

میں محبوب حقیقی کا کبھی دامن نہ چھوڑوں گی

میں اس کی قدرت ثانی سے ہرگز منہ نہ موڑوں گی

خدا توفیق دے مجھ کو۔ خدا توفیق دے مجھ کو

میں آنے والے کے ہر حکم پر سر کو جھکاؤں گی

وفاؤں کے دیئے ہر گام پہ پل پل جلاؤں گی

یہ میرا تم سے وعدہ تھا

یہ میرا تم سے وعدہ ہے

﴿صاحبزادی امتہ القدوس﴾

تیری ملکوتی آواز میں پروئے الفاظ

بارانِ رحمت کی جھلک لے کے اٹھے

عمیق سمندروں کے موتیوں جیسے

محبتِ مسیحا کے چراغ بنے

تو کہ خاکی بھی تھا مخمور مقاصد بھی رہا

تنگی حالات کا آئینہ بن کر

شستہ حالی کی تمنا لے کر

قوم کو شمع ادراک

مقاصد کی لگن دیتا رہا

تو نے الطاف کو پابند جہد بھی رکھا

خوبی جاں سے ملاتا رہا دانش کا فروغ

فکر فردا کے شگوفے چنتا

مرکز الہام ولقاء کی جانب

تیری ہر بار نگاہ اٹھتی رہی

تیرا الحان نظم یاد پہ چھایا ہے

میرے ایمان کے انوار سجانے کے لئے

کسقدر جذب ملا تیرے چلن کے باعث

تو کہ صوفی تھا حلیم وقانع

تیرا گلزار کسب پھیلتا جائے گا ہمیش

عدوئے محروم سدا غیض میں غرق

تیرے گلشن کی بہار

تا بہ ابد دیکھے گا

تیرا فروغ لحد سے آگے

رنگ برنگ تازہ بہ تازہ پائے گا

میری تسکینِ محبت کی دعا ہے مولا

تیرے انوار جلا بخش ہمیشہ رکھے

گوش وبصر مائل بہ آواز رہیں

تیرے الفاظ واوراق سے دامن عصیاں

مرتبت وذکاوت پالیں

تیری الحائے تہجد تیری مناجات

اقبال ومراتب پائیں

تیری تحریر وتمنا کی طرح

کوئی مجبور رہے اور نہ کوئی محبوس

تیری توقیر ووجاہت کے نگیں تھے جیسے

قارون کی املاک ورسائی آخر

حیات وموت سے بالا تیری پرواز خیال

سب مناصب سے بلند سارے مراتب سے جدا

تیری حیاتِ مبارک سدا مثال رہے

﴿ھدایت اللہ ھبش ۔از جرمنی﴾

﴿آزاد ترجمہ۔شاہد پرویز﴾

وہ راہ بجھی آنکھوں کا مہمان، مری جان
کیوں چھوڑ گیا ہے مجھے، کیوں چھوڑ گیا ہے
میں کیسے جیوں چھوڑ کے اس دل کے مکیں کو
جو میرے رگ و ریشے میں جاں بن کے رہا ہے
کیوں ضبط سے باہر ہے مرا دردِ مسلسل
وہ درد میں رس گھولنے والا جو گیا ہے
اک ہجر زدہ تیری جدائی میں مری جاں!
بس وصل کے لمحوں کو ترستا ہی رہا ہے
ہے گلشن دل تیری ہی خوشبو سے معطر
ہر پھول تری یاد کے غنچے سے کھلا ہے
تحسین تری عمر، کہ جس عمر میں تو نے
صد خضر کی عمروں سے سوا کام کیا ہے
گو سیلِ غمِ اشک نہیں آنکھ کے بس میں
دل خم کیے لیکن سر تسلیم کھڑا ہے
دے درد میں ڈھارس تو مجھے آپ ہی مولا
''میں تیرا ہوں تو میرا خدا، میرا خدا ہے''

﴿ضیاءاللہ مبشّر﴾

حضور بزم سے یوں روٹھ جایا کرتے نہیں
نگاہِ یار سے دامن بچایا کرتے نہیں

حضور حدِ ادب ہے وگرنہ عرض کریں
کہ دل گرفتہ دلوں کو رُلایا کرتے نہیں

حضور گھر میں کوئی ہو نہ ہو ترے درویش
گدا ہیں ایسے کبھی دَر سے جایا کرتے نہیں

حضور وصل کے گل رنگ خواب ہوں جس میں
سفید پیرہن اس دل کو بھایا کرتے نہیں

حضور غم کی سیاہ رات ہو قبول جنہیں
وہ غم کا حال کسی کو سنایا کرتے نہیں

ترا وصال ترا وصل یار ہے جاناں
وگرنہ وقت وداع مسکرایا کرتے نہیں

﴿مبشر احمد محمود﴾

دل کا سرور ہونٹوں سے مسکان لے گیا
اے جوہری تو ہیرے کی پہچان لے گیا!
اُترا تھا آسمان سے لے کر حیاتِ نو
اور جاتے جاتے پھر وہ میری جان لے گیا
عرفان کے بہا دیئے دریا جہان میں
شعر و ادب کا ساتھ ہی دیوان لے گیا
دستِ صبا نے گل کو سنبھالا تھا ناز سے
دیکھو قضا کا ایک ہی فرمان لے گیا
تاب و توان و ضبطِ الم دردِ لادوا
سب کچھ بہا کے اشکوں کا طوفان لے گیا
ہم بے خبر تھے شب کو مگر ایک صبحِ غم
رحمان آکے بندۂ رحمان لے گیا!
اشکوں نے کب رقم کیا احوالِ واقعی
دستِ اجل قلم کا تو سلطان لے گیا
وہ آیا اس نے فتح کیا اور چل دیا
محبوب کردگار کو یزدان لے گیا!

﴿وسیمہ قدسیہ﴾

اِک حسیں دلبر حسیں چہرہ دکھا کر چل دیا
جَوت چاہت کی دِلوں میں وہ جگا کر چل دیا
سب کی آنکھوں کا ستارہ تھا وہ دلکش ماہتاب
سب کو اپنے پیار کا خوگر بنا کر چل دیا
اس کے دل میں تھا محبت کا سمندر موجزن
سب کو شیریں جام اُلفت کے پلا کر چل دیا
ساری دنیا کو دیا اُس نے محبت کا پیام
ہر جگہ وہ پیار کی شمعیں جلا کر چل دیا
اُس کے نغموں نے دلوں پر اِک سحر طاری کیا
روح پرور جانفزا نغمے سنا کر چل دیا
آخری دم تک رہا وہ دین حق کا ترجماں
دین کی باتیں وہ روز و شب سکھا کر چل دیا
ہم خدا کے ہیں اُسی کے پاس جانا ہے ہمیں
وہ بھی اُس کی بارگاہ میں مسکرا کر چل دیا
اس کی یادیں زندگی بھر یاد آئیں گی سراؔج
جن کو وہ قلب و جگر میں ہے بسا کر چل دیا

﴿پروفیسر سراج الحق قریشی﴾

اے حسیں!

اے مرے دل کے مکیں!

کون کہتا ہے کہ تو ہم میں نہیں

پاس نہیں

رہتا ہے اب دور کہیں

کیا فضاؤں میں

تری آواز کا سر تال نہیں؟

کیا ہواؤں میں

ترے پیار کی مہکار، تری باس نہیں؟

تیرے چہرے کی دمک چاند میں مبہم بھی نہیں؟

اور ہر دل میں

تیری یادوں کے دیئے جلتے نہیں؟

کون کہتا ہے کہ تو پاس نہیں؟

تو تو رہتا ہے تصویر کے حسیں محلوں میں

تو تو بہتا ہے سجدوں میں سبھی آنکھوں سے

شش جہت گونجتی

تری تقریریں،

تری تحریریں،

تری تکبیریں ہیں

اب تو ہر یاد کے گلشن میں تو ہی مہکے گا

تا ابد لہجوں میں تو بولے گا

تو نہیں ہے پہ ترا عکس نظر آئے گا

بن کے خوشبو تری دنیا میں بکھر جائے گا

﴿امتہ القدوس شمس﴾

میں کرب کے کیسے مرحلوں سے گزر رہی ہوں یہ کون جانے

جو چاند ڈوبا، ہوا اندھیرا

تو ظلمتوں کے پیامبر بھی لپک کے آئے

وہ چاہتے تھے کہ چاند نگری کے باسیوں کو بھی

ظلمتوں کے سپرد کر دیں!

مگر یکا یک چھٹا اندھیرا

افق پہ کرنیں ہوئیں ہویدا

وہ خوف اور وسوسے مٹے

جو ہوئے تھے پیدا

عجیب سا وقت آ گیا تھا

عجب دوراہے پہ زندگی تھی

نئی رتوں کی تھی چاہ دل میں

گئی رتوں کا خیال بھی تھا

جہاں جدائی کا کرب گہرا

وہیں پہ شوق وصال بھی تھا

عجب دوراہے پہ زندگی تھی

خوشی بھی دل کو ملال بھی تھا

عجیب سا وقت آ گیا تھا

عجیب حالت تھی اہل دل کی

میں کرب کے کیسے مرحلوں سے گزر رہی ہوں یہ کون جانے

وہ ایک لمحہ نہ عمر بھر میں کبھی فراموش کر سکوں گی

وہ چاند کے ڈوبنے کا لمحہ

فروغ تیرہ شبی کا لمحہ

وہ چیختی زندگی کا لمحہ

وہ ڈوبتی روشنی کا لمحہ

وہ ذہن کی بے حسی کا لمحہ

لہو کی یخ بستگی کا لمحہ

وہ نفس کی سرکشی کا لمحہ

انا کی بے رہروی کا لمحہ

وہ کور چشمی کا کم نگاہی کا

فہم کی کج روی کا لمحہ

شعور کی بے خودی کا لمحہ

وہ لغزش آ گہی کا لمحہ

وہ کرب کا ابتلاء کا لمحہ

وہ خوف کا بے بسی کا لمحہ

وہ کسم پرسی کا بے کسی کا

تھکن کا درماندگی کا لمحہ

بشر کی بے مائیگی کا لمحہ

سکوت ساقی گری کا لمحہ

وہ پیاس کا تشنگی کا لمحہ

وہ ایک لمحہ تو زندگی پہ محیط سا ہو کے رہ گیا ہے

﴿صاحبزادی امتہ القدوس﴾

عظیم قائد وہ پیارا رہبر
شفیق آقا، حسین دلبر،
تھی اس کی مسکان زندگی سی
بغیر اس کے ہے بے کلی سی
ہے دل میں زندہ نہیں ہے ظاہر
وہ میرے طاہر وہ پیارے طاہر
ہمارے طاہر، وہ پیارے طاہر
تھے اس کے نغمے ہماری خاطر
دعا مجسم تھا زندگی بھر
صدائیں اس کی ہیں شش جہت میں
نظر میں ہے وہ حسین پیکر
وہ شان احمد، نشان احمد
خدا کی قدرت کا عین مظہر
وہ میرے طاہر، وہ پیارے طاہر

نیا زمانہ، نظام دے کر
محبتوں کا پیام دے کر
دیارِ مشرق کے باسیوں کو
وہ چاہتوں کا سلام دے کر
نظر سے اوجھل ہوا ہے لیکن
اک اپنے جیسا امام دے کر
ہیں اس کے افکار سے ابھی تک
یہ ذہن تازہ یہ دل منور
وہ میرے طاہر، وہ پیارے طاہر

یہ کون کہتا ہے پیارے آقا
نظر سے اب دور ہو گئے ہیں
وہ آنکھ میں تھے تو روشنی تھی
دلوں میں اب نور ہو گئے ہیں
نئے زمانے کی رہبری کو
وہ اب تو مسرور ہو گئے ہیں
یہ کارواں اب بڑھے گا ہر دم
نہ خوف کوئی، نہ ہے کوئی ڈر
وہ میرے طاہر، وہ پیارے طاہر

﴿الطاف حسین﴾

جو محبت میں تری مسرور تھا مخمور تھا
آج وہ ہم میں نہیں ہر دل ہوا رنجور ہے

اس کی رحلت کی خبر سن کر ہوئے مبہوت ہم
ایسی جلدی کیا تھی اس کو کیوں ہوا مستور ہے

یہ دل ناداں سمجھتا ہی نہیں اس راز کو
جب وہ چاہے لے بلا اس کا یہی منشور ہے

حبّذا اے جانے والے حبّذا اے سیدی
جا بسا جنت میں تو جو نور سے معمور ہے

کرتے ہیں اے جانے والے وعدہ تیرے ساتھ ہم
آنے والے کی اطاعت ہر گھڑی منظور ہے

قدرت ثانی کا مظہر جو بھی بن کر آئے گا
ہر اشارے پر ہمیں لبیک کہتا پائے گا

﴿احمدی بیگم﴾

کانوں میں زندگی کا رس گھولتا ہوا
باتوں میں اپنی لعل و گہر رولتا ہوا

کیا رنگ تھا عجیب سوال و جواب کا
وہ آگہی کے سینکڑوں در کھولتا ہوا

کس بات کو کہیں کہ وہ بات خوب تھی
ہر بات تو وہ جیسے کرے تولتا ہوا

اس کے بغیر چھا گئی ہر سمت تیرگی
''خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہوا''

کیا جانئے کہ کیسے سنبھالے ہوئے ہیں ہم
ورنہ تو ٹوٹ جاتا یہ دل ڈولتا ہوا

مسرور نے دلوں کو بہت حوصلہ دیا
اور زندگی کا ایک نیا ولولہ دیا

﴿ظہور الدین بابرؔ﴾

جو سبھی پیاروں سے پیارا تھا حسینوں کا حسیں
خامشی سے چل دیا وہ جانب خُلد بریں
میرے جیسے، معتبر اس کی گواہی سے ہوئے
جیسا وہ تھا ناتواں پرور، زمانے میں نہیں
عرصۂ خوشبو، پچھتر سال پر پھیلا ہوا
وہ طبیعت کا غنی، مہر محبت کا نگیں
پاس تھا ہر معترض کے واسطے شافی جواب
وہ مفکر، وہ مدبر، وہ مقرر دلنشیں
اس کی آنکھیں تھیں کہ یا تھیں نور کی دو مشعلیں
چاند سا چہرہ منور اور ستارہ تھی جبیں
زندگی کی پائی پائی دین حق پر وار دی
آخری دم تک رہا وہ خادم دینِ متیں
خوف کا اس وقت تک قدسیؔ کڑا پہرہ رہا
صحن دل میں چاند جب تک دوسرا اترا نہیں

﴿عبدالکریم قدسیؔ﴾

جیا تو بن کے جیا آہنی دیوار کوئی
گیا تو ایسے گیا جیسے شہسوار کوئی

پہاڑ راہ سے ہٹے راستے بحر نے دیئے
وہ ایک مرد تھا یا لشکر جرار کوئی

وہ ایک تھا مگر اک کائنات لگتا تھا
ہمارے واسطے وہ شخص تھا اوتار کوئی

کِھلا کِھلا سا گلستاں کو رکھنے والا وہ
ہمیشہ ہم کو لگا جیسے ہو بہار کوئی

جگر کے خوں سے جلاتا ہوا دعا کے چراغ
اے قوم تجھ پہ ہوا آج ہے نثار کوئی

اسی کے ساتھ گئی چاہ دیکھنے کی مری
کچھ ایسے دے کے گیا آخری دیدار کوئی

﴿بشارت احمد بشارت﴾

تم وہی چاند جس کے اجالے کو ہم
ہاں سبھی لوگ اب تک ترستے رہے
تم وہی بارشوں بادلوں کی گھٹا
جو کہیں دور افق پر برستے رہے

تم وہی اک نگہہ جس کے اٹھنے کے ہم
منتظر ہی رہے منتظر ہی رہے
ہم نے مانا دلوں میں صداقت بھی تھی
اور یہی دل سدا معتبر ہی رہے

سب کی ہر سانس تم کو بلاتی رہی
گہہ اٹکتی رہی گہہ نکلتی رہی
وقت کی تیز گردش بھی آڑے رہی
ریت مٹھی سے گر کر پھسلتی رہی

ہم یہ کہتے رہے اب تو آجایئے
اب تو آجایئے اب تو آجایئے
اب کوئی معجزہ رو نما کر خدا
بندگی کہہ اٹھی تھی خدا چاہیے

کج کلاہوں کے سر اب جھکا دے خدا
پردہ پوشوں کے سر پر ردا چاہیے
جب تکلم کی ہم کو اجازت نہیں
تب تو آنکھوں کو ہی بولنا چاہیے

اک یہی بات تھی جس کو سوچا کیئے
جس کو چاہا کیئے اور تمنا بھی کی
اک دعا تھی یہی التجا تھی یہی
سب نے مل کے بھی کی اور تنہا بھی کی

آ گہی اور غمِ آ گہی کی سزا
ہم کو مل کے رہی ہم نے مل کے سہی
سہہ رہے تھے سبھی کہہ رہے تھے سبھی
کیا نہ تم نے سنی کیا نہ ہم نے کہی

ہاں ہمیں چاند اور چاندنی نہ ملی
اور ہمیں بارشوں کی ضرورت بھی تھی
ہاں نگاہوں کی پھر روشنی چھن گئی
ہم نے مانا دلوں میں صداقت بھی تھی

ہاں دلوں کو غمِ آ گہی مل گیا
ہاں کوئی اس میں کیا اپنی غفلت بھی تھی
ہاں کوئی بات تو سوچنی تھی ہمیں
کیا بلانے کی اب کوئی صورت بھی تھی

اور ایسا ہوا کہ نہ آپائے تم
اور یہ قسمت ! نہ تم کو بلا پائے ہم
زخم دل کے نہ تم کو دکھا پائے ہم
اور نہ ان دوریوں کو مٹا پائے ہم

اپنی کشتی کا اک ناخدا چھن گیا
دل کا روحِ رواں باوفا چھن گیا
عصرِ بیمار کا اک عصا چھن گیا
بے سہاروں سے ہر آسرا چھن گیا

اک قیامت کے جیسا گماں ہو گیا
تیسری جنگ جیسا سماں ہو گیا
چاند سورج بنا آسماں رہ گیا
یہ سبھی کچھ بہت ناگہاں ہو گیا

اف یہ کیسا کڑا امتحاں الاماں
رو رہے ہیں زمیں آسماں الاماں
میرے رب غفور و رحیم الاماں
الاماں مالک دو جہاں الاماں

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

ہیں ہم تو راضی تری رضا میں، رہیں گے یونہی وفا کے پیکر
عجب محبت کا گُر سکھایا ہمیں خلافت انعام دے کر

وہ لمحہ لمحہ کی بے قراری ڈھلی دعاؤں میں آہ و زاری
جو کھینچ لائی تھی فضلِ باری تو دل بنے پھر یقیں کا مظہر

گو آنکھ تھی اشک بار و پُرنم تو دل شکستہ ہوئے تھے از غم
مگر سنبھالا ہے جبکہ تو نے تو دیدۂ و دل بنے ہیں شاکر

وہ کیا نظارہ تھا میرے مولیٰ محبتوں کو تھا یوں ٹٹولا
کہ ایک پیارا تھا اپنا سویا تو ایک پیارا کھڑا تھا راہبر

ہے ہم نے سیکھا اطاعتوں کا، عقیدتوں کا ہو کوئی لمحہ
دعا ہو لب پر، وفا دلوں میں ادب سے ہوں ہم ہمیش حاضر

ہماؔ! چلو پھر وفا دکھائیں خلیفہ وقت نے پکارا
یہ قافلہ تو رہے گا یونہی رواں مولیٰ کا فضل لے کر

﴿بشریٰ ہماؔ بھٹی﴾

دل جس کو چاہتا تھا سدا
سکوں جس سے پاتا تھا بندہ بندہ
ہر ایک اس پہ دل سے تھا فدا
بنا تھا وہ ٹھنڈی چھاؤں جماعت کا

وہ چاند آج ہم سے رخصت ہو گیا

خبر یہ سننے کو کوئی نہ تیار تھا
ہر کسی کو حضور سے سچا پیار تھا
کسی کو اس بات کا خیال تک نہ تھا
پتا جب چلا تو ہوئے اوساں خطا

وہ چاند آج ہم سے رخصت ہو گیا

کیا ہو گیا اب کسی کو معلوم نہ تھا
دل غم سے ٹوٹے ہوئے تھے بے پناہ
سنا تھا رات کو خطبہ جس امام کا
ہونے لگا تھا آخری دیدار اس امام کا

وہ چاند آج ہم سے رخصت ہو گیا

دیکھا جو بابرکت چہرہ پیارے امام کا
آنکھوں سے نکلے غم کے آنسو بے بہا
دیکھا جو چہرہ پُرنور اس خورشید مثال کا
کہنے لگے کہ بھول نہ سکیں گے تجھے سدا

وہ چاند آج ہم سے رخصت ہو گیا

شفیق اور حلیم جسے ہم نے تھا پایا
ہمیشہ کے لئے ہم سے ہو رہا تھا جدا
اس مشکل اور کٹھن وقت میں
چھوڑا نہ جماعت نے دامن صبر کا

وہ چاند آج ہم سے رخصت ہو گیا

دعا میں لگا تھا ہر چھوٹا بڑا
یقیں تھا مدد ضرور کرے گا خدا
نئے امام کو دیکھنے کا انتظار تھا
ہر کوئی اس واسطے بے قرار تھا

وہ چاند آج ہم سے رخصت ہو گیا

ہو اللہ کا ہم پر فضل بے انتہا
اک نیا ماہ پارہ اس نے ہمیں دے دیا
دیکھا جو چہرہ مبارک نئے امام کا
ہو گیا خود بخود دل کا بار ہلکا

وہ چاند آج ہم سے رخصت ہو گیا

سجدہ شکر میں گر گیا ہر احمدی (اہل حق)
کہ ہوا وہ قادر ایک بار پھر مہرباں
ہر احمدی نے حاصل کیا شرف بیعت کا
ہر ایک جانتا تھا خلیفہ بناتا ہے خدا

وہ چاند آج ہم سے رخصت ہو گیا

ہر ایک آدمی یہ مانگتا تھا دعا
خلافت کا سایہ رہے ہم پر سدا

﴿سید عطاء القادر شاہ ترمذی﴾

خوش نوا ، پاک وہ محبوب خدا ، طائر تھا
جس کی ہر بات سے ، خود اُس سے خدا ظاہر تھا
آج رخصت ہوا (دین حق) کا وہ بطل جلیل
جس کا ہر لفظ مسیحا تھا، نفس طاہر تھا

﴿ہاشم سعید﴾

غمِ طاہر سے ہم پر گھپ اندھیرا چھا گیا ہے
یہ بادل کب ہمارے دل سے یارب! دور ہوں گے
ہماری زندگی کے آسماں کا چاند تھے وہ
ہمارے دل بنا اُن کے سدا مہجور ہوں گے

﴿الحاج محمد افضل ترکی﴾

آنکھ ہے نمناک ، دل مسرور ہے
رب تعالیٰ کو یہی منظور ہے

چاند اک ڈوبا تو نکلا دوسرا
وہ اگر کامل تھا یہ بھرپور ہے

ایک ہی مشعل کی کرنیں ذی وقار
وہ بھی تھا اک نور یہ بھی نور ہے

لوح دل پر کندہ ہے لفظ وفا
یوں وفاداری پہ دل مجبور ہے

اپنے آقا کی طرف ہی دیکھنا
ہم غلاموں کا یہی دستور ہے

وہ غنی تھا یہ سخی ابن سخی
وہ مظفر تھا تو یہ منصور ہے

ہم وفا دار امام وقت ہیں
چار پشتوں سے یہی منشور ہے

اے رخ روشن غریب شہر کے
کیوں مقدر میں شب دیجور ہے

اک محبت کی نظر قدسیؔ پہ ہو
یہ مسافر تو تھکن سے چُور ہے

﴿عبدالکریم قدسیؔ﴾

وہ جو اک شخص ترے غم میں گُھلا رہتا تھا
وہ جو ہر آن ترے در پہ پڑا رہتا تھا

جس کا لبریز تھا الفت سے تری ساغرِ دل
تھا چھلکتا بھی ، چھلک کر بھی بھرا رہتا تھا

تیری یادوں سے معطر تھا ہر اک لمحہ اس کا
ذکر تیرا ہی سدا صبح و مسا رہتا تھا

جس کا دل مسکن و مہبط کسی محبوبؐ کا تھا
اس کے عاشقؓ پہ بھی سو جاں سے فدا رہتا تھا

آج عشاقِ محمدؐ میں سرِخیل تھا وہ
کوچۂ عشق میں زنجیر بہ پا رہتا تھا

خدمت دین کا پیکر تھا وہ اک بطلِ جلیل
گامزن نت نئی راہوں پہ سدا رہتا تھا

جس کی الفت میں گرفتار تھے لاکھوں انساں
اور وہ ایسا کہ لاکھوں پہ فدا رہتا تھا

ہاں وہی شخص جو رہتا تھا دلوں میں ہر دم
وہ جو ہر سانس کی ڈوری میں بندھا رہتا تھا

اس کے عشاق کی ہر اک ملک میں حالت یوں تھی
اس کو ہو جائے نہ کچھ ، دھڑکا لگا رہتا تھا

ہفت اقلیم میں پھیلائے ہوئے دست دعا
بھیگی پلکوں سے ہر اک وقفِ دعا رہتا تھا

"مجھ سے ہی پیار وہ کرتا ہے "یہ تھا سب کو گماں
اس کا پیار ایسا تھا ہر دل میں بسا رہتا تھا

وہ جدھر جاتا تھا کرنیں سی بکھر جاتی تھیں
اپنے ماحول میں خورشید ادا رہتا تھا

زیرِ بار اس کی محبت کئے رکھتی تھی ہمیں
حسن و احساں تلے راشؔد بھی پڑا رہتا تھا

﴿عطاءالمجیب راشد﴾

دشت غربت میں ایک ہجراں نصیب
لکھ گیا ایک داستان غریب

ہموطن دور دیس کا باسی
دور رہ کر بھی تھا دلوں کے قریب

جس کی آواز سحر تھا ایسا
جاگ اٹھتے تھے جس سے سوئے نصیب

بات بات اس کی دل لبھاتی تھی
گفتگو اس کی گفتگوئے لبیب

روح جب بھی علیل ہوتی تھی
تھی شفا اس کے قرب کی تقریب

جسم کے روگ بھی مٹاتا تھا
درد مندوں کا درد مند طبیب

لب پہ جب نام مصطفیؐ آتا
آنکھ بن جاتی اس کے دل کی رقیب

کام اس کا ترقی و تعمیر
جب زمانہ تھا مائل تخریب

دن کو چین اور نہ رات کو آرام
اس کے اوقات کار کی ترتیب

آج خاموش ہو گیا کیسے
آہ! وہ ایک آسمانی خطیب

آج جی بھر کے مجھ کو رونے دو
وہ میری جان تھا وہ میرا حبیب

لیکن اس دردناک لمحے میں
کس کی اک دلربا صدا آئی

کس نے آکر ہمیں پکارا ہے
کس کی خوشبو لئے صبا آئی

دل میں اک درد اٹھا عجیب و غریب
ساتھ درماں کی بھی ندا آئی

اپنے اس تعزیت کے لمحے میں
تہنیت بھی تو خوش ادا آئی

میرے طاہر ! تیری جدائی پر
غم و اندوہ کی گھٹا آئی

ساری دنیا سے تیری جمیعت
پاک دل اور خجستہ پا آئی

مجلس انتخاب کی آواز
بن کے اللہ کی رضا آئی

قدرت ثانیہ! مبارک ہو
تیری خاطر نئی قبا آئی

میرے مسرور! آج تو آیا
یا قبولیت دعا آئی

یہ فراق و وصال کیا شے ہے
انفصال اتصال کیا شے ہے

رنج و راحت کے مشترک نغمے
ساز احساس پر مچلتے ہیں

یہ مسرت کے منتشر لمحے
غم کی آغوش میں ہی پلتے ہیں

ہمیں معلوم ہے دعاؤں سے
لکھے تقدیر کے بھی ٹلتے ہیں

گو خدا کی رضا پہ راضی ہیں
آنکھ روتی ہے دل پگھلتے ہیں

ہیں نشیب و فراز راہوں میں
راہرو راستے بدلتے ہیں

حسرتیں بے شمار ہوتی ہیں
سارے ارمان کب نکلتے ہیں

اذن یستخلفنھم کے ساتھ
پا کے تسکین دل سنبھلتے ہیں

ذہن کی کشمکش کی گھڑیوں میں
خوف بھی امن میں بدلتے ہیں

ہو گیا ختم امتحاں اپنا
عزم پھر ہو گیا جواں اپنا

﴿عبدالمنان ناہید﴾

ہجر کے رنج و الم دل میں بسائے رکھنا
ان کی یادوں کے سبھی دیپ جلائے رکھنا

وہ کہ اک شخص تھا شاداب بہاروں جیسا
اس کی خوشبو سے خیالوں کو سجائے رکھنا

دیکھ لینا کبھی سپنوں میں چلے آئیں گے
دل کی دہلیز پہ اک شمع جلائے رکھنا

بھول سکتا ہے بھلا کون وہ انداز بیاں
علم و عرفان کی اک شمع جلائے رکھنا

اپنا انداز محبت ہے زمانے سے جدا
چاند کے گرد یوں ہالہ سا بنائے رکھنا

اس کا احساں ہے ہمیں حضرت مسرور ملے
اپنی پلکوں کو اسی در پہ جھکائے رکھنا

﴿عبدالصمد قریشی﴾

کیسے سنائیں تازہ خبر بھی ہے ہولناک
عنقا ہوئی وہ چیز کہ راحت کہیں جسے

یوں رستے بستے شہر میں سیلاب " تندوتیز "
آیا اچانک ایسے قیامت کہیں جسے

﴿شاعرلاہور﴾

کل کا بھی علم ہے
وہ نہ آئیں گے کبھی یہ بات بھی معلوم ہے

کونسی منزل ہے یہ عشق امام وقت کی
"ہائے! ان کے ہجر میں یہ دل بہت مغموم ہے "

﴿عبدلکریم قدسی﴾

میری خاک فخر زمین رہے، میرا بخت شانِ زماں رہے
میری ناشنید نوا کا جو تیرے دل سے رشتۂ جاں رہے

تیری ذات اہلِ وقار ہے ، تیری ذات فخر دیار ہے !
تو چمن بھی، جانِ چمن بھی تو، تو ہی اس کی فصلِ بہار ہے !
تجھے زیب تاجِ ملوک ہو ، تیرے رخ پہ صبحِ جواں رہے

تیرا رخت فخر سبیل ہے، تیرا خضر فخر نزیل ہے
تیرے سر پہ سایہ قدسیاں، تیرے ساتھ رب وکیل ہے
تیری شام شام منیر ہو، تیری صبح نور فشاں رہے

تو وہ شیر رب جلیل ہے کہ ہے چار دانگ تیری اذاں
صف دشمناں میں حذر!حذر! صف محرماں میں اماں!اماں !
رہے سرنگوں تیرا ہر عدو ۔ تیرا ہر غنیم بے جاں رہے

تو ہے کلمۂ پڑا جس پہ تو وہ بھی مٹ گیا
تیرے ساتھ لڑا تجھ سے جو وہ بھی پٹ گیا
کوئی لیکھرام ، کوئی ضیاء ؟ ہیں کدھر گئے ؟ ہیں کہاں رہے ؟

ہو میانِ اہل وفائے جاں ، کہ وہ رزم محفل غیر ہو
جہاں پیر ہو وہاں خیر ہو ، جہاں خیر ہو وہاں پیر ہو
اے کلید فتح و ظفر مبیں ! تیرا سب سے اونچا نشاں رہے

تو حریم عرش بریں کہاں ؟ میں فقیر خاک نشیں کہاں ؟
کہاں لا مکاں تو مکیں کہاں ؟ کہاں آسمان تو زمیں کہاں؟
تیری خاک پا پہ نثار ہو تو جبیں یہ کاہکشاں رہے

میری جاں ! قتیل فراق کی وہی عرض لطف و نیاز ہے
بڑے آنسوؤں کا وضو ہے یہ ، بڑی منتوں کی نماز ہے
تیرے غم کی عمر دراز ہو ۔ تیری یاد دھوپ میں چھاں رہے

ہو کرم کی ایک نظر ادھر ۔ کہ نیاز لطف نصیب ہو
ڈھلے ہجر کی کڑی دھوپ پھر ، کوئی شامِ وصل قریب ہو
کوئی طعن زاد سفر نہ دے ، کہیں بے کسی نہ عیاں رہے

یہ کرم ، یہ لطف ، یہ فضلِ خاص خدائے مجد و عطا کا ہے
یہ عطا بھی تیری ہی دین ہے ، یہ ثمر بھی تیری دعا کا ہے

اسے بخش فیض عمیم یوں ۔ یہ محبتوں کا نشاں رہے
تیری شفقتوں کا امین ہو، تیرے ترکشوں کی کماں رہے
تیرا رُو ہی طالع نصیب ہو ، تیرا نام ہی سائباں رہے
اسے ظلِّ دستِ دعا میں رکھ ، یہ زمیں ہے پر آسماں رہے

(آمین)

﴿ایچ۔آر۔ساحر﴾

آپ کے جو قلم سے رقم ہو گئی
درد کی داستاں معتبر ہو گئی
زندگی ہم غریبوں کی کیا خوب تھی
آپ کے ساتھ جتنی بسر ہو گئی
وہ زمیں کس قدر محترم ہے ہوئی
بے وطن ساتھیوں کا جو گھر ہو گئی
آپ کی آنکھ میں آنسوؤں کی جھڑی
درد کے راستوں میں خضر ہو گئی
آپ کی شب کو بے درد سمجھے گا کیا
نیند آئی نہ ہو کہ سحر ہو گئی
اہل ربوہ پہ مالک تو کر دے کرم
دیکھ لے ہر نظر منتظر ہو گئی
یا ہمیں بھی تو کر دے گھڑی وہ عطا
آج جو ساتھیوں کا سفر ہو گئی

﴾درثمین طاہر﴿

تیرا خیال کرامت ترا قلم اعجاز
کئے ہیں صفحہ قرطاس پر رقم اعجاز

دکھایا تیری دعاؤں نے دم بدم اعجاز
تیرا وجود تھا برکت تیرا قدم اعجاز

وہ تیرے خطبے وہ تیری مجالس عرفاں
دکھا رہی تھیں جماعت کو دم بدم اعجاز

غموں سے ساری جماعت کے دل گداز ہوئے
دکھا گئی تری رحلت بھی یک قلم اعجاز

مقدم اس کی مشیت قبول اس کی رضا
بنے گا ساری جماعت کا ضبط غم اعجاز

ہیں اس کی شان غنا پر نثار ہم بھی سلیم
دکھا رہا ہے جماعت کا درد و غم اعجاز

خدا کرے یہ خلافت سدا رہے قائم
اور اس کے فیض سے لیتے رہیں جنم اعجاز

﴿سلیم شاہجہانپوری﴾

آنسو پینے غم کھانے سے فرصت تھی کب
اور بھی احساسات ہوئے ہیں غیر مرتب
بھر گئے ان آنکھوں کے اور بھی جام لبا لب
"حضرت مرزا طاہر احمد چلے گئے جب"

﴿عبدالکریم قدسی﴾

چھوڑا ہو رب نے ہم کو
یارو یہ کب ہوا ہے
طاہر چلے گئے ہیں
"قدسیؔ غضب ہوا ہے"

﴿عبدالکریم قدسی﴾

فرقت زدہ دلوں کے مسیحا کی یاد میں
یہ دل تڑپ اٹھا مرے آقا کی یاد میں
محبوب تھے جو مصلح موعود وقت کے
روتا چمن ہے غنچہ رعنا کی یاد میں
ڈوبا دیارِ غیر میں سورج علوم کا
حق کی شمع جلی رخ زیبا کی یاد میں
جس کی چمک سے خیرہ ہوئی چشمِ سامری
وقت سینہ زن ہے اُس یدِ بیضا کی یاد میں
رخصت ہوئے درود بہ لب اس جہان سے
کھوئے کچھ ایسے گنبدِ خضریٰ کی یاد میں
لائے گا پھر کہاں سے کوئی خطبۂ حیات
منبر اداس واعظِ بینا کی یاد میں
دیوار و در تلاش کریں اس کی چاہتیں
محفل اداس نور سراپا کی یاد میں
رضواں کی گود میں انہیں آخر سکوں ملا
تھے بے قرار قربت مولا کی یاد میں

سب اہل حق دعا کے لئے سجدہ ریز ہیں
طاہؔر مکین عالمِ بالا کی یاد میں
رنجیدہ ان کی موت پہ سب کائنات ہے
روئیں شجر بھی حسنِ سراپا کی یاد میں
مجبوؔر جب کرے کوئی تجدیدِ دیں کی بات
روئے گا یہ قلم اسی دانا کی یاد میں

﴿ڈاکٹر فضل دین مجبوؔر خٹک﴾

لے گیا طاہر کو ہے جو اپنے پاس
صبر کی توفیق دے وہ رب ہمیں
جن کی پل بھر کی جدائی بار تھی
''داغ فرقت دے گئے ہیں اب ہمیں''

﴿عبدالکریم قدسی﴾

جو صبح نو کی بشارتوں کا پیامبر تھا
کتاب دل پہ لکھا ہوا حرف معتبر تھا
وہ عبادتوں کے دیئے جلا کے چلا گیا ہے
وہ ریاضتوں کے گھر لٹا کر چلا گیا ہے

وہی تو تھا جو حصار تھا میری آرزو کا
وہ جس نے ہم کو قرینہ بخشا تھا گفتگو کا
وہ جس کے اندر نہاں سمندر تھا جستجو کا
وہ رازداں تھا وجود عالم رنگ و بو کا
اسی نے مٹی کو اب تقدس دیا وضو کا
سنا ہے وہ چاند تیرہ و تار آسماں پر نہیں رہا اب
مرے عزیزو! اے میرے غم میں شریک لوگو
یقین رکھو وہ چاند چہرہ جہاں سے رخصت نہیں ہوا ہے
کہ وہ تو زندہ ہے اب بھی تیری سماعتوں میں
کہ وہ تو زندہ ہے اب بھی اپنی حکایتوں میں

وہ سانس لیتا ہے روزو شب کی روایتوں میں
وہ اب بھی محفوظ ہے ہماری بصارتوں میں
وہ جلوہ گر ہے ابھی عدو کی شکایتوں میں

یہ جسم تو خواہشات دنیا کی قید میں ہے
وہ جسم کب تھا کہ اس کے جانے کا غم کریں ہم
تویوں کریں ہم
طویل سجدوں میں اپنی آنکھوں کو نم کریں ہم
وہ اک مقدس خیال تھا اس کو سوچنا ہے
جو خواب اس کا تھا ہم کو وہ خواب دیکھنا ہے
اسی کی باتوں میں دیں کی گرہوں کو کھولنا ہے
میزان عدل و وفا پہ دنیا کو تولنا ہے

وہ اک ستارا تھا آسماں پہ چمک رہا ہے
وہ ایک شعلہ تھا اب بھی جاں میں دہک رہا ہے
شراب نشۂ دید سے دل مہک رہا ہے
وہ ایک نغمہ تھا اب بھی کانوں میں گونجتا ہے
وہ زندہ آنکھوں سے اب بھی ہم سب کو دیکھتا ہے

وہ ذہن بیدار کی طرح اب بھی سوچتا ہے
وہ اب بھی شان ادا سے ہر گھر میں بولتا ہے
مرے عزیزو! اے میرے غم میں شریک لوگو!
یقین رکھو وہ چاند چہرہ جہاں سے رخصت نہیں ہوا ہے
وہ جسم کب تھا کہ اس کے جانے کا غم کریں ہم
وطن سے دوری کے اس نے صدمات بھی اٹھائے
دیارِ مشرق کے باسیوں کو نہ بھول پائے
دلوں کے جذبات اپنے اشعار سے سنائے
دیار مغرب کو دین کے راز بھی بتائے
خدا نے ہر اک قدم پہ پھر معجزے دکھائے
جو میں نے دیکھے جو تو نے دیکھے
جو میرے تیرے عدو نے دیکھے
تو معجزوں کو فنا نہیں ہے
مرے عزیزو! اے میرے غم میں شریک لوگو!
یقین رکھو وہ چاند چہرہ جہاں سے رخصت نہیں ہوا
وہ اب بھی زندہ ہے روز و شب کی عبادتوں میں

﴿ڈاکٹر عارف ثاقب﴾

وہ جو دور دیس میں بس گیا، وہ جو دیکھنے میں غریب تھا
تجھے کیا خبر میرے ہم نفس، کہ وہ میرے دل کے قریب تھا

گرہ بات بات کی کھولنا، تو میزانِ عدل پہ تولنا
جو دلوں کی کایا کلپ کرے، وہ تو ایک ایسا خطیب تھا

اسی شخصیت کا نکھار تھا، کہ عدو کے گھر میں غبار تھا
رہا دل گرفتہ و جاں بلب، جو کوئی بھی اس کا رقیب تھا

کبھی اک نگہ میرے گھر میں تھی، کبھی دنیا اس کی نظر میں تھی
رہا جلوہ گر وہ یہاں وہاں، وہی میرا تیرا حبیب تھا

کبھی اس کے در سے دعا ملی، کبھی اس کے در سے شفا ملی
وہ جو جاگتا تھا مرے لئے، وہی روح وجاں کا طبیب تھا

﴿ڈاکٹر عارف ثاقب﴾

کیوں باغ میں شور سا بپا ہے
کس شاخ سے گل جدا ہوا ہے
پھیلا ہے ہر اک طرف اندھیرا
یہ کس کا چراغ گل ہوا ہے
ہلچل سی ہے خشکی و تری میں
کہرام سا اک مچا ہوا ہے
مل مل کے گلے سے رو رہے ہیں
وہ کون تھا جو بچھڑ گیا ہے
منہ پھیر گیا ہے ابر باراں
گرمی میں ہر ایک جل رہا ہے

سر سے یہ اٹھا ہے کس کا سایہ
ہر کوئی یتیم ہو گیا ہے

﴿سلیم شاہجہانپوری﴾

فضائے عالم امکاں پہ چھا گیا وہ شخص
دلوں پہ زہد کا سکہ بٹھا گیا وہ شخص

سکینتوں کے خزانے لٹا گیا وہ شخص
جو راہ امن و سکوں پر چلا گیا وہ شخص

وہ جس کا روئے منور تھا مثل ماہ تمام
جو اپنا والہ و شیدا بنا گیا وہ شخص

کوئی بھی مد مقابل نہ بن سکا اس کا
زمانہ کو متحیر بنا گیا وہ شخص

مدھر سے سُر میں جو نغمے سنائے وحدت کے
تو منکروں کو بھی بیخود بنا گیا وہ شخص

لنڈھا دیئے مئے عرفاں کے خُم کے خُم اس نے
جو محتسب کو بھی میکش بنا گیا وہ شخص

عمل تھا اس کا ہمیشہ قلوب کی تسخیر
جو دشمنوں کو بھی اپنا بنا گیا وہ شخص

جو عسر و یسر کا مطلب بتا گیا ہم کو
جو زندگی کا سلیقہ سکھا گیا وہ شخص

جو بانٹ لیتا تھا دکھ بھی غریب و مسکیں کے
جو ان کے درد کو اپنا بنا گیا وہ شخص

تھا ہر جہت سے محافظ حقوقِ نسواں کا
انہیں مقام بھی ان کا دلا گیا وہ شخص

وہ بچے بچے پہ شفقت کا ہاتھ رکھتا تھا
جو ان کو اپنا چہیتا بنا گیا وہ شخص

وہ جن پہ چل کے ہی ملتی ہے منزلِ عرفاں
ہمیں عمل کے وہ رستے دکھا گیا وہ شخص

جہاں میں مہر و محبت کی روشنی پھیلی
کچھ ایسی شمع اخوت جلا گیا وہ شخص

ہمارے درد بھی دل میں چھپا کے رکھتا تھا
جو اپنا درد بھی ہم سے چھپا گیا وہ شخص

جو چاند بن کے تھا ابھرا افق پہ عالم کے
غروب ہو کے جو چہرہ چھپا گیا وہ شخص

نگاہیں ڈھونڈ رہی ہیں افق سے تا بہ افق
جو سب کو چھوڑ کے تنہا چلا گیا وہ شخص

دعائیں ساری جماعت کی ساتھ ہیں اس کے
جو ہم کو صبر کا خوگر بنا گیا وہ شخص

خودی میں ڈوب کے ابھرا وہ با خدا بن کر
اور اس عمل سے خدائی پہ چھا گیا وہ شخص

وہ تھا خلیفہ رابع مسیح دوراں کا
سلیم سایہ تھا اس پر خدائے رحماں کا

﴿سلیم شاہجہانپوری﴾

وہ ہر دل کی دھڑکن وہ آقا مرا
بظاہر تو ہم سے ہوا ہے جدا

بھلا تجھ سا بھی شخص مرتا ہے کیا؟
دلوں میں تو زندہ رہے گا سدا

جہاں بھر کو تجھ سے محبت ملی
ہر اک نفس کو تیری الفت ملی

رہا بانٹتا پیار ہی پیار تو
محبت کے نغمے ہی گاتا رہا

بہت ہی نڈر تھا وہ بے خوف تھا
اسے خوف تھا بس تو خوفِ خدا

کسی مصلحت کے نہ آگے جھکا
کہ پیغامِ حق ہی سناتا رہا

فقط زندگی بھر وہ مرد خدا
خدا کی طرف ہی بلاتا رہا

سبھی نے کی تسلیم عظمت تری
پہاڑوں سے بالا تھی ہمت تری

ترے سامنے کوئی جم نہ سکا
مقابل پہ سب کو بلاتا رہا

کیا جو ارادہ کسی کام کا
خدا نے اسے خود ہی پورا کیا

تری محفلیں اور سوال و جواب
خدا کی قسم تھے وہ سب لا جواب

بھلا ہی نہیں سکتا کوئی تجھے
غموں میں بھی خوشیاں لٹاتا رہا

ہر اک تیرا انداز تھا با کمال
فصاحت ،بلاغت جلال اور جمال

وہ زورِ خطابت کہ بے مثل تھا
دیئے علم کے تو نے دریا بہا

کبھی کارواں کو نہ رکنے دیا
قدم آگے آگے بڑھاتا رہا

کہ ''ایم ٹی اے'' دنیا کو کر کے عطا
فضا کو معطر بناتا رہا

اسے مغفرت اپنی کر دے عطا
ہے خادم کی اپنے خدا سے دعا

﴿یونس احمد خادمؔ﴾

اس عہد کے سورج کو لئے سر پہ چلے ہیں
ہم کتنے حوادث میں پلے اور بڑھے ہیں

دکھ درد کی وہ رات بڑی جان گسل تھی
ہم تیری رضا کی سبھی راہوں پہ چلے ہیں

جس شان سے رخصت ہوا وہ شاہ ہمارا
دل دنیا کے ،اس رعب سے اک بار ہلے ہیں

اک چاند کو کر آئے ہیں رخصت تہی دامن
اک اور قمر نکلا تو پہلو میں کھڑے ہیں

مضمر ہیں بقا اپنی کے سب راز اسی میں
وہ دھارے خوشی غم کے جو اک ساتھ چلے ہیں

یہ تیری عطا ہے کہ سبھی خوف ہوئے دور
ہم امن کی حالت میں پھر اک بار ملے ہیں

کیا ان کو زمانے کی ہواؤں کا خطر ہو
جو پھول خلافت کی وفاؤں میں کھلے ہیں

اب کوئی بھی طوفان بھلا کیسے ادھر آئے
ہم عجز کی راہوں پہ گرے ہیں تو کھڑے ہیں

یہ آقا کے وعدوں کی بشارت کے صلے ہیں
آخر میں ضیاءؔ آئے ہیں پہلوں سے ملے ہیں

﴿فرحت ضیاء راٹھور﴾

تم نے کہا تھا متوالوں سے، ہم آن ملیں گے صبر کرو
جب دیکھو گے تو آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی دید کے ترسوں کی

جب آمنے سامنے بیٹھیں گے تو فرط طرب سے دونوں کی
آنکھیں ساون برسائیں گی اور پیاس بجھے گی برسوں کی

ہم دور دور کے دیسوں سے اب قافلہ آئے ہیں
تم چھوڑ کے ہم کو جا بھی چکے ہو، تھکن اتارنے برسوں کی

ان عشق و وفا کے کھیتوں میں ہم رخصت کرنے آئے ہیں
آنکھیں ساون برساتی ہیں تیری ایک جھلک کے ترسوں کی

تم علم کا ایک خزانہ تھے، دنیا کی ساری قوموں کو
قرآں کے معارف سکھلائے ،کیا بات تمہارے درسوں کی

تم پیار سے آن کے بیٹھتے تھے اپنے عشاق کی مجلس میں
یہ اتنی دیر کی بات نہیں یہ بات ہے کل یا پرسوں کی

تم بات کے سب سے سچے تھے اور وعدے کے سب سے پکے
پر رب کی مرضی غالب ہے، کیا مرضی دید کے ترسوں کی

جا پیار محبت بانٹنے والے اپنے رب کے پیار میں رہ
ہم کو تو اب یہ کاٹنی ہیں، محرومیاں لمبے عرصوں کی

﴿سید قمر سلیمان احمد﴾

آج خورشید کی خو میں آہ تھی تو موج صبا میں درد تھا
دکھ کا دریا تھا کوئی طوفان تھا کہ اشکوں کا بحر بیکراں
آہ یہ کون ہوا رخصت جس سے بچھڑ کر بھی نہ بچھڑے تھے
وہ چھپا تھا ہر دل میں نہاں اندر نہاں
وہ کمیاب نہیں نایاب تھا وہ ۔۔۔ گوہر آبدار
مگر کس قدر جلدی میں گیا چھوڑ سب کو پریشاں
اشک تھے آہیں تھیں یا کہ تھیں سسکیاں
نالہ تھا، فریاد تھی یا کہ بنت☆مریم کی آہ فغاں
☆☆ہمبر کے کنارے گھنے پیڑوں کے سائے میں
چیختے تھے چلاتے تھے،تیرے قدوسی با آواز خامشاں
ہجر کی لمبی راتوں میں وصل کی آس لئے
رت بہار کی آئی دامن میں سمیٹے موسمِ خزاں
زہے نصیب ،زہے نصیب اے زمین انگلستاں
تو ہوئی قابل فخر ،سمیٹ کر دامن میں لعل گراں

﴿شہناز ملک﴾

☆صاحبزادی امتہ الجمیل صاحبہ بنت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
☆☆''سرائے محبت'' ویسٹن ساؤتھ کی بلڈنگ کے ساتھ بہنے والا'' دریا ہمبر''

ام طاہر کے پسر، فضل عمر کے جانشیں
کر کے ہم کو غمزدہ داخل ہوئے خلدِ بریں

ایک دن تو سب نے جانا ہے خدا کے سامنے
تیرے جانے کا ہمیں اب تک نہیں آتا یقیں

زندگی تو نے گزاری خدمتِ اسلام میں
اسکی خاطر تو نے قرباں کردی یہ جانِ حزیں

ایم ۔ٹی۔اے سے عصرِ حاضر میں نوازا ہے ہمیں
تیرے اس احساں پہ ہم کہتے ہیں تجھ کو آفریں

اب کہاں ڈھونڈیں اسے اور کس جگہ پائیں اسے
چاند سا چہرہ جو تھا وہ کھو گیا زیرِ زمیں

ارض انگلستان تو نے کر دیا حق کو ادا
قدر دانی کو تیری ہر گز بھلا سکتے نہیں

ہے خلافت تا قیامت یہ ہے فرمانِ مسیح
رونقِ محفل تو ہوگی پر نہ ہو گا تو کہیں

روح پر تیری ہوں اسکی رحمتیں اور برکتیں
یاد تیری کس قدر پیاری ہے اور ہے دلنشیں

تیرے جانے کا وہ منظرسارا ہم کو یاد ہے
بھولنا چاہیں بھی تو ہم بھول سکتے ہی نہیں

﴿امۃالقیوم اعجاز﴾

کیوں ضبط سے باہر ہے مرا دردِ مسلسل
وہ درد میں رس گھولنے والا جو گیا ہے

﴿ضیاءاللہ مبشر﴾

ہم دور سے کسی کو پکارے چلے گئے
دریا کے ساتھ ساتھ کنارے چلے گئے

مایوسی کی انتہا سہی پھر بھی اک امید سی ہے
کہنے کو شائد سارے سہارے چلے گئے

جو اس جہاں میں آتا ہے جاتا ضرور ہے
نہ جانے کتنے وہ پیارے پیارے چلے گئے

جن سے اک عجیب، پیارا سا تعلق تھا
وہ دل ربا اور ہمنوا ہمارے چلے گئے

غزلؔ اس کی یاد میں ہیں آنکھیں اشکبار
اس دکھ کو ہم قرطاس پہ اتارے چلے گئے

﴿متین غزل﴾

اٹھتا ہے دھواں دل سے جب یاد تیری آئے
آنکھوں سے بہیں آنسو، دل درد سے بھر جائے

آنا بھی مبارک تھا، جانا بھی تھا شاہانہ
لشکر بھی فرشتوں کے لوگوں کے سوا آئے

﴿امتہ الرفیق ظفر﴾

وہ اک شخص نہیں تھا، وہ اک زمانہ تھا
بچھڑنا اس سے کوئی خواب تھا فسانہ تھا
وہ نور نور تھا اک رخ تاباں
اور اس کی بزم میں شمع تو اک بہانہ تھا

﴿امتہ الرفیق طاہرہ﴾

کیسی تاریکی سی تاریکی ہے ساکن ہے ہوا
دن تو نکلا ہے مگر شب کا گماں ہوتا ہے

کوئی آہٹ بھی نہیں،سوچ بھی ہے ٹھہری ہوئی
رخصت اس بزم سے اک حمد خواں ہوتا ہے

کس کے جانے سے چمن کی ہیں فضائیں خاموش
کس کے جانے سے چمن اشک فشاں ہوتا ہے

کتنی مغموم ہے ،حیراں ہے تری ''اردو کلاس''
پھول سے چہروں سے اک کرب عیاں ہوتا ہے

دل سے نکلے ہوئے پُردرد الوہی نغمے
دردِ پنہاں میں ترا حسن بیاں ہوتا ہے

ایسے انساں کہیں صدیوں میں عطا ہوتے ہیں
جن کے ہونے سے بہاروں کا سماں ہوتا ہے

تیری بے مثل قیادت کے درخشاں دن رات
ہر کسی کا تو نصیب ایسا کہاں ہوتا ہے

آہ! وہ مردِ خدا جس سے جہاں روشن تھا
حکم ربی ہے بشاشت سے رواں ہوتا ہے

اک تڑپ تھی کہ ملے راضیۃً مرضیہ
وہی پاتا ہے جو محبوب جہاں ہوتا ہے

دل کو تسکین ہوئی دل کا سہارا آیا
میرا ''مسرور'' مرا راج دلارا آیا

﴿امتہ القدیر ارشاد﴾

بہت رات تک جو سویا نہیں، بہت دیر تک وہ سونے چلا
بہت دکھ اُٹھائے بہت راتیں جاگا، بہت تھک گیا وہ سونے چلا

﴿امتہ الرؤف﴾

غم جیت جائے اور جب انسان ہار جائے
جب دکھ کا ایک لمحہ انساں کو مار جائے
خوشیاں کہیں کھڑی ہوں جب اپنا منہ چھپائے
پھر کس کے پاس بندۂ پروردگار جائے

تم بھی چلے گئے تھے ۔سب چھوڑ چھاڑ اک دن
جب وقت تھم گیا تھا بن کر پہاڑ اک دن
کوہِ گراں کے نیچے دلِ پس گئے تھے اک دن
بھالے بکھر گئے تھے جب دل کو پھاڑ اک دن

سنسان سی تھیں گلیاں جب کچھ نہ سوجھتا تھا
اب اپنا کیا بنے گا ہر شخص پوچھتا تھا؟
ہم مر گئے نہ کیونکر ہم کیسے جی رہے ہیں
ویراں تھا شہر اپنا۔اور تجھکو کھوجتا تھا

جب چلدیا مسافر بسرام ہی سے پہلے
جب رات ہوگئی تھی ۔کچھ شام ہی سے پہلے
وہ وقت لمحہ بھر کو بھولا نہیں ہے اب تک
ہر کام رک گیا تھا۔ہر کام ہی سے پہلے

دل میں اٹھ رہا تھا جب غم کا اک سمندر
جب دیپ بجھ گئے تھے جب غم تھا دل کے اندر
سب چپ سے ہوگئے تھے کوئی نہ بولتا تھا
ویران ہو گیا تھا ہر ایک من کا مندر

جب دکھ کی اک گھڑی پر کچھ وقت بیت جائے
غم سے نظر ملا کر انسان جیت جائے
کوئی کرن خوشی کی جب راستہ دکھائے
کچھ لوگ آملیں گے جب ایک میت جائے

تب ہاتھ اٹھے دعا کو جب سب کو ہوش آیا
ناؤ تھی پار اپنی۔ رحمت کو جوش آیا
ہر شے نکھر گئی تھی ہر سو تھی روشنی اک
اک گھڑ سوار آیا اک سرفروش آیا

بھاری تھا بوجھ لیکن ہنس کر اسے اٹھایا
ملت کے غم کو اسنے اپنے گلے لگایا
کندھے جھکے ہوئے تھے اور ہونٹ تھرتھرائے
سب کی بندھائی ڈھارس پیغام حق سنایا

اک غمزدہ مسافر ''مسرور'' نام جسکا
بہلا رہا ہے سب کو۔دل غم سے چور جسکا
ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے بڑھتے چلیں گے اب ہم
آقا ہے وہ ہمارا عالی شعور جسکا

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

سارا عالم جاں بہ لب اک عہد کی رحلت کے بعد
ہم نے یہ دیکھا نظارہ اک بڑی مدت کے بعد

آس کی زنجیر پاؤں میں لئے رقصاں رہے
زندگی بھر ،دید کے طالب غمِ ہجرت کے بعد

جس طرح رخصت کئے طاہر الم میں ڈوب کر
ہو گئے سب احمدی مسرور کچھ مدت کے بعد

پھر گل و گلزار کی اہل چمن کو جستجو
آ گئی بادِ صبا اک اجنبی حدّت کے بعد

محو حیرت کر کے چھوڑے گا چمن کے عندلیب
ہے علَم تھاما ظفر کا جس نے کچھ مدت کے بعد

ڈوب کر دیکھو ذرا بزمؔی اب اس کی ذات میں
ہے سمندر میں سکوں اک ہجر کی شدت کے بعد

﴿اظہر احمد بزمؔی﴾

جو تھا سراپا ناز وہ آخر چلا گیا
دنیا سے بے نیاز وہ آخر چلا گیا

اے کاش! جان سکتا ہمارے سُروں کا راز
ہم کو بنا کے ساز وہ آخر چلا گیا

پتھر تھے ہم ،وہ موم تھا حالت بدل گئی
کر کے ہمیں گداز وہ آخر چلا گیا

نوعِ بشر کے حق میں تھا اک محسنِ عظیم
انسانیت نواز وہ آخر چلا گیا

اوصاف اس کے کر سکے کوئی بھلا بیاں؟
حق بین و پاکباز وہ آخر چلا گیا

محفل میں رہ کے آنکھ سے محفل کی وہ چھپا
محفل کا تھا جو راز وہ آخر چلا گیا

ہم دیدۂ دریدہ سے تکتے رہے اسے
با چشم نیم باز وہ آخر چلا گیا

۔۔دین حق کی تڑپ دے گیا ضرور
ہر اک سے بے نیاز وہ آخر چلا گیا

طاہر ہمارے حق میں تھا محمود غزنوی
ہم جس کے تھے ایاز وہ آخر چلا گیا
وہ خُلق و خَلق کا کوئی شاہکار لاجواب
جو تھا کھلا سا راز وہ آخر چلا گیا
اسلاؔم اشک و یاد کا تحفہ ملا ہمیں
ہاں دے کے سوز و ساز وہ آخر چلا گیا

﴿عبدالسلام اسلام﴾

وہ جو اک شخص تھا خاموش دعاؤں جیسا
آ کے بیٹھا تھا کہ بچھڑا ہے ہواؤں جیسا
دل میں اک یاد کا شعلہ سا جلا ہے اکثر
ہم نے بھی نسب نبھایا ہے وفاؤں جیسا

﴿قدسیہ حمید﴾

وہ نورانی چہرہ جو روٹھا ہے ہم سے
بھلا اس کی یادوں کو کیسے بھلائیں
وہ محبوب اللہ کا تھا اس زمیں پر
صفاتِ جمال اس کی کیا کیا بتائیں
خدا کا وہ پیارا ،خدا کے حوالے
خبر جو ملی کہ جدا ہو گیا ہے
ادھورے پڑے رہ گئے کام سارے
اور اس غم میں آنسو بلا روک برسے
اسے دیکھ کر محو خواب مسرت
ان آنکھوں سے بہنے لگے اتنے آنسو
خدا کا وہ پیارا ،وہ جان جماعت
خدا کے حوالے ،خدا کے حوالے
خدا کی عجب شان ہے بس نرالی
کہ اس ہاتھ لے کر وہ اس ہاتھ دے دے
کسی کو بھی خالی نہیں چھوڑتا وہ
وہ ''طاہر ''جو لے لے تو ''مسرور '' دے دے

﴿آصفہ رضوان﴾

اک درد تھا کہ جس کا مداوا نہ ہو سکا
اک غم تھا جس کا کوئی بھی چارا نہ ہو سکا

اک زُعم سے رواں تھے امیدوں کے قافلے
ان کو نئے سفر کا اشارہ نہ ہوسکا

ہر لمحہ دوریوں سے طبیعت تھی مضمحل
اس پر یہ فاصلہ تو گوارا نہ ہو سکا

وہ چاند سے بھی اجلا اجالوں کا نور تھا
اس نور کا نظر سے نظارہ نہ ہو سکا

اک لمحہ عمر بھر میرے مقدور میں نہ تھا
اک پل کہ میری آنکھ کا تارا نہ ہوسکا

ڈھارس بندھا رہا تھا دلِ مضطرب کی جو
اس انتظار وصل کا یارا نہ ہو سکا

دل کی تڑپ نہ کر سکی جز نالۂ دعا
رب کے سوا کوئی بھی سہارا نہ ہو سکا

جو سب پہ ایک جیسے خزانے لٹاتا تھا
صد حیف دشمنِ دیں! تمہارا نہ ہوسکا

دیکھے بہت ہیں ہم نے بھی اس عہد کے حسیں
تم سے تو بڑھ کے کوئی بھی پیارا نہ ہو سکا

اے پاکباز شاہِ خلافت! وفا شعار!
اے عاشقِ رسولؐ! دل و جاں ترے نثار

﴿فرح جبیں﴾

مطمئن نفس بن کے پیارے حضور
ہم سے رخصت ہوئے ہمارے حضور
دل ہمارے تھے رنج و غم سے چور
پا کے مسرور کو ہوئے مسرور

﴿ڈاکٹر حنیف احمد قمر﴾

تجھے مجھ کو جان سے پیارے تم تمہیں نہ بھول پاؤں گی
کہانی تیری فرقت کی زمانے کو سناؤں گی

ابھی کچھ دن ہی گزرے ہیں،نہ جانے کتنے باقی ہیں
تمہاری یاد میں ہی زندگانی اب بتاؤں گی

بکھیرے تو نے ہر سو پیار کے دلکش حسیں نغمات
تو خوشیوں کی تھا لایا سب جہاں کے واسطے سوغات

ترا عزم جواں، شعلہ بیانی ،ولولے بے تاب
لگا دی جان کی بازی کہ دن دیکھا نہ تو نے رات

نہیں انکار اس سے ہم کو یہ دنیا تو فانی ہے
جو گزرے دین کی خاطر امر وہ زندگانی ہے

گیا تو چھوڑ کر ہم کو، مگر زندہ دلوں میں ہے
ہر اک محفل میں،ہر لب پر تمہاری ہی کہانی ہے

تری ہر اک ادا، ہنسنا ہنسانا کتنا پیارا تھا
کہ میرا ہی نہیں تھا تو سبھی آنکھوں کا تارا تھا

ترا دل دوسروں کے درد سے رنجور تھا ہر دم
کسی پر ظلم کیوں کر ہو نہیں تجھ کو گوارا تھا

ہمارے ہی لئے تیری دعائیں وقف تھیں ساری
ہمیں بھی تجھ سے ملنے کی تھیں امیدیں بہت بھاری

تو جب جب یاد آتا ہے تو اٹھتی ہے دعا دل سے
تمہارے فیض کے چشمے رہیں گے چار سو جاری

دیئے جو پیار کے موتی انہیں ہر دم لٹانا ہے
تمہارے نقش پا پر ہی قدم آگے بڑھانا ہے

امام وقت کی طاعت ،اسی میں خیر ہی ہے خیر
خلافت کی ہیں کیا برکات ،میں نے اب یہ جانا ہے

تمناؤں کی نگری میں نیا اک گھر بسایا ہے
کہ روشن اک دیا میرے خدا نے اب جلایا ہے

نئی اک شان سے،اک آن سے ''مسرور'' آیا ہے
جو وعدہ تھا کیا ہم سے خدا نے وہ نبھایا ہے

ترا دامن جو تھاما ہے کبھی اس کو نہ چھوڑیں گے
ہمیں جو حکم دو گے اس سے منہ اپنا نہ موڑیں گے

دعاؤں سے معطر ہم کریں گے رات دن اپنے
فقط اپنے خدا سے ہی تعلق اپنا جوڑیں گے

﴿مبشرہ بشارت﴾

اک شامِ غمزدہ نے دنیا مری ہلا دی
اک صبحِ نو نے مجھ کو پھر روشنی دکھا دی

ہم بھی تو ساتھ اس کے گویا کہ مر گئے تھے
پھر ساقی بہاراں نے انجمن سجا دی

ہر دل تھا ڈوبنے کو امواجِ بحرِ غم میں
ہر غم مٹانے والا آیا وہ پھر منادی

اے دلبرا ! کہاں تھی فرقت کی تاب مجھ کو
اک ماہِ نو نے پھر سے بگڑی مری بنا دی

اس عشق نے ہی مجھ کو فرقت پہ مار ڈالا
اس عشق نے ہی مجھ کو پھر زندگی سکھا دی

کیا شخص دلربا تھا وہ حوصلہ مجسم
دکھ پا کے مسکرایا دشمن کو بھی دعا دی

ہر دل میں بسنے والا وہ شخص جا چکا ہے
اور یادِ دلنشیں کی اک شمع ہے جلا دی

﴿ضیاءاللہ مبشر﴾

دھوپ میں سارے کھڑے تھے سائباں کوئی نہ تھا
یوں لگا جیسے کہ سر پر آسماں کوئی نہ تھا
اس ہجوم دوستاں میں مہرباں کوئی نہ تھا
کارواں بے شک تھا میر کارواں کوئی نہ تھا

دل بجھے ویران چہرے اور اشکوں کی جھڑی
دیکھنے والوں نے دیکھی ہے قیامت کی گھڑی

کیا بتائیں ہم نے وہ کیسے گزارے چار دن
ہاں گزارے موت کے دریا کنارے چار دن
خوف کی وادی میں گزرے تھے ہمارے چار دن
یہ گزارے اپنے مولا کے سہارے چار دن

ہو کا اک عالم تھا طاری اور سب خاموش تھے
آنکھ تھی ہر اک سوالی اور لب خاموش تھے

آسماں سے رحمت باری کی پھر برسی گھٹا
ان گنت ٹوٹے دلوں کی رنگ لائی التجا
خوف کے ماحول میں اک امن کا شعلہ اٹھا
گلستاں کا گلستاں جس نے منور کر دیا

چاند نکلا ہولے ہولے کوچۂ تنویر سے
سارا عالم گونج اٹھا نعرۂ تکبیر سے

خوف کے مطلع سے ابھرا امن کا اک آفتاب
ہجر کی پت جھڑ گئی نکلے گلاب اندر گلاب
غمزدہ ماحول کو ایسے ملی تھی آب و تاب
یک بیک آجائے جیسے اک بڑھاپے پر شباب

اب زباں پر وِرد تھا بس کلمۂ توحید کا
روزہ داروں کے لئے گویا یہ دن تھا عید کا

قید غم میں ہے پریشاں یہ غلام ابن غلام
نام ہی لیتی نہیں ڈھلنے کا پیارے غم کی شام
بستی دل کے ہیں حاکم ۔آپ آقا و امام
جلد پروانہ رہائی کا ہو جاری میرے نام

مشکلوں سے کیوں ڈروں میں آپ کے ہوتے ہوئے
مضمحل بیٹا ہو کیونکر باپ کے ہوتے ہوئے

﴿عبدالسلام اسلام﴾

وہ اک بادل

جو زرد موسم اجاڑ رُت اور جھلستے منظر میں

آبروئے بہار بن کر گرج رہا تھا برس رہا تھا

وہ چاند

جو ظلمتوں کی یورش میں روشنی کا ضمیر بن کر

چمک رہا تھا، دمک رہا تھا

وہ خوش نوا

جو حروف تازہ کے سب کرشمے، سبھی قرینے سمیٹ کر

اک جہان خفتہ کو لمحہ لمحہ جگا رہا تھا، سجا رہا تھا

وہ میرے فکر و نظر کا محور

وہ میرا ماہی، وہ میرا رہبر

جو میری سوچوں کے ہر دریچے سے جھانکتا تھا

جو میرے خوابوں میں اپنی خوشبو بکھیرتا تھا

جو میرے دل کی ہر اک دھڑکن میں بولتا تھا

جو مجھ کو اور میرے جیسے ہزاروں، لاکھوں محبتوں کے اسیر لوگوں کو

اپنی آنکھوں کے خواب دے کر

ہر آنے والی حسین رت کا نصاب دے کر

اور اپنی یادوں کے لہلہاتے گلاب دے کر

افق کے اس پار چل دیا ہے

کہ اس کو اپنا حبیب یکتا بلا رہا تھا

افق کے اس پار، کائناتِ عدم کے رخشندہ چاند تارو

افق کے اس پار میرے ماہی کو میرا جھک کر سلام کہنا

وہ جن کا گزرا ہے لمحہ لمحہ، تری محبت کے سائباں میں

وہ تیرے عشاق کیسے کاٹیں ترے بنا صبح و شام کہنا

ابھی تو ہر رہ گزر پہ تیری، بچھی ہوئی تھیں کروڑوں آنکھیں

ابھی تو ان سب کو تو نے دینا تھا اذنِ دیدارِ عام، کہنا

کھلی ہوئی تھیں نہ جانے کب سے ترے دیارِ وفا کی باہیں

ترس رہا تھا تری سلامی کو تیرا دارالسلام کہنا

افق کے اس پار جانے والے، رہِ وفا کے عظیم راہی

رہے گا عالی مقام، دنیا میں تا ابد تیرا نام کہنا

یہ خاک و خوں کے سبھی بگولے خود اپنے گرداب ہی میں گم ہیں

خدا کی حکمت سے ہو رہے ہیں یہ سارے رسوائے عام کہنا

ترے مقدر کے زائچوں میں زمیں کے سانچے بدل رہے ہیں

کہ رفتہ رفتہ اتر رہا ہے جہانِ نو کا نظام کہنا

افق کے اس پار کائنات عدم کے رخشندہ چاند تارو

افق کے اس پار میرے ماہی کو میرا جھک کر سلام کہنا

﴾رشید قیصرانی﴿

اک ہجر میرے شہر کی آنکھوں میں بسا کے
وہ چھوڑ گیا ہے ہمیں دیوانہ بنا کے
راہ تکتی رہیں جس کی مرے شہر کی گلیاں
کس دیس سدھارا، کوئی ڈھونڈو اسے جا کے
آنکھوں میں ترا درد جو آ ٹھہرا ہے جاناں!
یہ ساتھ نہ لے جائے مرا ضبط بہا کے
کچھ بھی ہو، زباں پہ نہ ہو ناشکری کا کلمہ
سکھلا گیا وہ طور ہمیں صبر و رضا کے
دے دل بڑا مجھ کو کہ مرا غم بھی بڑا ہے
کم ہوتا نہیں درد فقط اشک بہا کے
تو رکھتا تھا جن زخموں پہ امید کا مرہم
وہ رسنے لگے ہیں کوئی کہہ دے اسے جا کے
گلشن میں محمدؐ کے بہاروں کا ہے دورہ
رخصت ہوا وہ اپنے سبھی عہد نبھا کے
منزل پہ پہنچنے کے لئے زاد سفر ہیں
وہ چھوڑ گیا پیچھے خزانے جو دعا کے
ہوتا رہے گا روح کی سیرابی کا ساماں
ممکن نہیں ٹل جائیں کبھی وعدے خدا کے

﴿تہمینہ ثمین﴾

اک زلزلہ سا دل پر لاکر چلا گیا
اتنا عظیم شخص جو آکر چلا گیا

اس سے محبتوں کے رشتے عجیب تھے
ہر آنکھ آنسوؤں سے رلا کر چلا گیا

ہر ایک اس حسیں سے ایسا تھا منسلک
دل سب کے اپنے ساتھ ملا کر چلا گیا

اس زندگی کے لاکھوں قرینے بتا دیے
طور اپنے بعد کے بھی سکھا کر چلا گیا

جیتے گی کیوں نہ قوم یہ اپنے جہاد کو
علم و عمل کی تیغ چلا کر چلا گیا

کچھ خبر دے گیا تھا وہ روشن امید کی
جتنے تھے دل کے درد مٹا کر چلا گیا

مسرور دل کیے ہیں فضل خدا نے پھر
بندہ وہ تھا خدا کا آکر چلا گیا

﴿درثمین طاہر﴾

یَا قَادِرُ رَبَّ الْوَرٰی   بَلِّغْ سَلَامِیْ طَاهِرَا
اے قادر اے رب الوریٰ میرا سلام حضرت طاہر کو پہنچا

عَیْنَ التُّقٰی نُوْرَ الْهُدٰی   لِلنَّائِمِیْنَ مُسَهِّرَا
وہ تقویٰ کا چشمہ اور نور ہدایت تھا اور نیند کے ماتوں کو جگانے والا تھا

لِلطَّائِعِیْنَ مُرَافِهاً   لِلنَّاضِلِیْنَ غَضَنْفَرَا
اطاعت کرنے والوں کا خیر خواہ اور لڑنے والوں کے مقابل میں شیر تھا

عِنْدَ الشَّرِیْرِ مُحَقَّرًا   عِنْدَ الْقَدِیْرِ مُوَقَّرَا
شریر اسے حقیر سمجھتا تھا مگر خدائے قدیر کے دربار میں وہ بڑا باوقار تھا

بِالْاَمْسِ نَوَّرَ اَنْدِیَةْ   وَالْیَوْمَ هُوَ رَهْنَ الثَّرٰی
کل وہ اپنی محفلوں کو منور کر رہا تھا اور آج اچانک سپرد خاک ہوا

یَا لَهْفَ نِفْسِ لِفَقْدِهٖ   عَیْنِیْ اَبَتْ ثِقْلَ الْکَرٰی
داغ فراق سے میرا نفس مغموم ہے اور آنکھ بے خوابی کا شکار ہے

تَصْلَی الْقُلُوْبُ تَحَزُّناً   تَبْکِی الْعُیُوْنُ تَحَسُّرَا
دل آتش حزن سے کباب ہوئے آنکھیں حسرت سے اشک بار ہیں

كَاَنَّ الْقُلُوْبَ لَجَمْرَةٌ ظَلَّتْ عُيُوْنُ اَبحُرَا
گویا دل انگارے ہیں اور نین سمندر

وَاللّٰهِ فُزْتَ خَلِيْفَةً مَازَالَ رَبُّكَ نَاصِرَا
بخدا بحثیت خلیفہ آپ کامیاب ہوئے اور خدا آپ کا ناصر تھا

وَلَقِيْتَ رَبَّكَ رَاضِياً وَلَقَدْ حَيِيْتَ مُظَفَّرَا
آپ راضی برضا اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے اور زندگی بھر مظفر و منصور رہے

اُدْخُلْ جِنَانَ رِضَاءِ نَا نَادٰى الْمَلِيْكُ مُبَشِّرَا
خدا بشارت دیتے ہوئے پکارا آ ہماری رضا کی جنت میں داخل ہو جا

لَايُدْفَنَنْ فِيْ أَرْضِهٖ قَالَ الْعَنِيْدُ تَهَوُّرَا
معاند نے ناعاقبت اندیشی سے کہا کہ اسے اس کی ارض وطن میں دفن نہ ہونے دیں گے

رَبِّى هَدَاكَ أَ مُشْفِقِيْ مَاقُلْتَ لَيْسَ بِاَجْدَرَا
اے مہربان! خدا تجھے ہدایت دے۔ تو نے نہایت نامناسب بات کہی ہے

قَوْلُ' يُذَ لِّلْ قَوْمَنَا هٰذَاوَاِنْ لَّمْ تَشْعُرَا
یہ ایسی بات ہے جو ہماری قوم کو اقوام میں ذلیل کر دے گی اگرچہ اس کا تجھے شعور نہیں

يَا سَيِّدِىْ أَ لْفَيْتُكَا اءَ نْدَى الرِّجَالِ وَمُئوثِرَا
اے آقا! میں نے آپ کو تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی اور صاحب ایثار پایا ہے

حَاسَنْتَ بِیْ بِعَمَامَۃِ　　　رَبِّــی جَـزَاكَ وَاءَ شْـكُـرَا

آپ نے مجھے اپنا عمامہ مبارک عطا فرمایا میرا خدا اس کی جزا دے گا۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں

وَقَدِاکْتَسَیْتُ تَبَرُّكًا　　　ھَـذَا الـلِّبَـاسَ الْفَـاخِـرَا

میں تبرک کے طور پر یہ لباس فاخرہ زیب تن کر چکا ہوں

ھَلْ یَمْكِنْ اَنْ اَنْسَكُمْ　　　وَعَـلَـیَّ لُـطْـفُكَ اَوْفَـرَا

آپ کو بھول جانا میرے لئے ناممکن ہے۔ کیونکہ میں آپ کے الطافِ کریمانہ کا مورد رہا ہوں

یَا مُھْجَتِیْ غَادَرْتَنِیْ　　　فَـكَـأَ نَّـنِـی لَـنْ أَصْبِـرَا

جان من! آپ مجھے چھوڑ کر چلے گئے اور میرا یہ حال ہے کہ گویا کبھی صبر وقرار نہ آئے گا

یَا ربِّ فَا رْ حَمْ رَا حِلاً　　　وَازِّرْاِمَــامَــاً حَــاضِـرَا

یارب رحلت فرمانے والے کو اپنے آغوش رحمت میں لے لے اور موجودہ امام کو قوت وطاقت عطا فرما

نَظَمَ الرِّثَاءَ لِسَیِّدٍ　　　فَــاسْتُــرْ مَــزِلَّۃَ صَـابِـرَا

اے اللہ صابرؔ نے ایک باکمال سردار کا مرثیہ کہا ہے اس میں اس کی لغزش وکوتاہی کی پردہ پوشی فرما

﴿پروفیسر محمد اسلم صابر﴾

زندگی بن کے رگ و پے میں سما گیا
بچھڑ کے کھیتیاں درد کی اُگا گیا
جلوہ فروز ہو کے ہواؤں کے دوش پہ
گرفتہ دلوں کی خاطر محفلیں سجا گیا
عبادت ہو کہ ریاضت ، طباعت ہو کہ خطابت
علوم ارض و سما پہ سکہ جما گیا
دیوار جب بھی کوئی راہ میں حائل ہوئی
دعا کے زور پہ اسے در بنا گیا
وقت حسرت میں رہا قدموں کی دھول کے
حدودِ وقت کو وہ نیچا دکھلا گیا
لمحوں کو کیا اس نے صدیوں پہ محیط
اک مرد خدا زندگی کا حق کر کے ادا گیا
مشرق سے طلوع ہو کے خورشید نما
مغرب سے اک نیا سورج چمکا گیا
لباس شب میں لپٹ کے ہوئی بکا لازم
اے مشرق کے باسیو، غم تمہارا وہ کھا گیا
﴿نعیم اللہ باجوہ﴾

کبھی سوچا نہ تھا میں نے کہ ایسا دن بھی آئے گا
کہ تیری تعزیت کے واسطے لکھوں گی یہ سب کچھ

یہاں تھے تو سر راہے کبھی تم مل بھی جاتے تھے
کبھی کچھ کام ہوتا تھا کبھی مجھ کو بلاتے تھے
تمہاری یاد تو ہر دل میں کتنے رخ سے بیٹھی ہے
بہت ہی تیز تر قدموں سے ہر محفل میں جاتے تھے

مریضوں کے دلوں کی دھڑکنیں رکنے لگی ہیں اب
ترے بارے میں لکھتے انگلیاں دکھنے لگی ہیں اب
ہمارے دل تمہاری راہ میں آنکھیں بچھاتے تھے
کئی آنکھوں کی جھلمل بتیاں بجھنے لگی ہیں اب

تمہیں ربوہ کے سب ہی لوگ اب تک یاد کرتے ہیں
بہت سے لوگ تم کو یاد کر کے آہیں بھرتے ہیں
کبھی دریا کنارے پر تمہارے قہقہے بکھرے
یہاں مشہور تھا کہ یہ جو چاہیں کر گزرتے ہیں

ہر اک گھر میں تیری آواز اب بھی گونجا کرتی ہے
صدائے دل تمہارے قہقہوں کا پیچھا کرتی ہے
گئے ہو چھوڑ کر تو یاد بھی اب چھین لو اپنی
نظر اک ٹک تری تصویر کو بس دیکھا کرتی ہے

تمہارے کتنے اپنے تھے تمہارے قادیاں والے
نہیں کچھ قادیاں پر بس کہو سارے جہاں والے
وہ سارے سکھ ، وہ ہندو ، سب تمہیں کیوں یاد کرتے ہیں
تم ان کے دوست تھے اور دوست بھی کچھ مہر باں والے

نرالے ڈھب سے تم نے زندگی اپنی بسر کی ہے
بسر کی ہے بہت بھرپور کی ہے سر بسر کی ہے
تمہاری قابلیت مانتے تھے دوست اور دشمن
تمہاری ہر ادا سب جانتے ہیں راہبر کی ہے

بہادر تھے نڈر تھے تم، مدبر تھے مصور تھے
ذہینوں سے ذہیں تھے معتبر تھے اور مخیرّ تھے
عظیم اک باپ تھے اور دوستوں کے دوست تھے بے شک
بہت ہی حافظہ تھا حوصلہ تھا اک مقرر تھے

کسی بھی معترض کو ہنس کے ایسی بات کہتے تھے
کوئی اکتا نہیں سکتا تھا سب سنتے ہی رہتے تھے
کئی اس زعم میں آئے کہ تم کو زیر کر لیں گے
کئی نادم ہوئے اور کتنے اپنے سر کو دھنتے تھے

تمہیں تو معرفت کا جام مولا نے پلایا تھا
بلاوے پر گئے ہو اس نے ہی تم کو بلایا تھا
یہی سوچا سلام آخری اک تم کو کہہ لوں میں
یہی راہ عقیدت تم نے ہم کو بھی سکھایا تھا

میں کیا لکھوں میں کیا چھوڑوں کہاں تک لکھتی جاؤں میں
زبانی عرض کرنے بیٹھوں تو کہتی ہی جاؤں میں
بہت سے لوگ مجھ سے بھی قریں تر تھے ترے ، آقا!
سمندر ہیں تری یادیں اور ان میں بہتی جاؤں میں

کبھی سوچا نہ تھا ۔ تم کو خدا حافظ کہیں گے ہم
کبھی سوچا نہ تھا تجھ بن کبھی اک دن رہیں گے ہم
کبھی سوچا نہ تھا تجھ کو دیار غیر سونپیں گے
کبھی سوچا نہ تھا تیری جدائی بھی سہیں گے ہم

کبھی سوچا نہ تھا تجھ کو وطن ہم لا نہ پائیں گے
کبھی سوچا نہ تھا تربت پہ تیری آ نہ پائیں گے
کبھی سوچا نہ تھا اندر سے تو کتنا مسافر ہے
کبھی تم کو تمہارے گھر بھی ہم بلوا نہ پائیں گے

تمہاری چاہتوں کے پھول ہیں خوشبو ہے ، بادل ہے
کہیں ایک جھونپڑا میرا ہے میرے پاس چھاگل ہے
مری آنکھوں میں جب تک جوت کے دیپک چمکتے ہیں
کہیں گے لوگ عظمت کتنی دیوانی ہے پاگل ہے

ترے بعد آنے والے کا کبھی دامن نہ چھوڑیں گے
کسی معروف اس کے فیصلے سے منہ نہ موڑیں گے
تمہاری ذات کے گنبد سے باہر آکے دیکھیں گے
رہیں گے اس سے وابستہ کبھی رشتہ نہ توڑیں گے

خلافت سے رہوں وابستہ یہ میری عقیدت ہے
مرے پیاروں کے سر پر آج دستار فضیلت ہے
قدم بوسی کو حاضر ہے ہماری زندگی آقا !!
متاع زندگی کچھ بھی نہیں ۔ یہ بھی حقیقت ہے

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا
موسم بہار کا تھا جو سنسان کر گیا
چمکا وہ آسمان خلافت پہ اس طرح
دنیائے بحر و بر پہ وہ احسان کر گیا
راز نہاں وہ اپنی بصیرت سے کھول کر
عالم کو دیکھو! صاحب عرفان کر گیا
عاشق رسول کا تھا وہ خادم مسیح کا
ہر لمحہ اپنی زیست کا قربان کر گیا

﴿منصور احمد (بی ٹی)﴾

جو ان گلاب سی آنکھوں کو خواب کر کے گیا
وہ میرے شام و سحر لاجواب کر کے گیا

تمام شہر نے خوشبو کے رنگ دیکھ لئے
دل و دماغ کو ایسی کتاب کر کے گیا

میں دیکھتا ہوں اسے اب بھی مسکراتے ہوئے
کریم تھا وہ کرم بے حساب کر کے گیا

وفا کے نور سے میں ہی نہیں ہوا روشن
کہ ذرے ذرے کو وہ ماہتاب کر کے گیا

مرے دریچے میں وہ چاند اب نہیں رکتا
ایک اور چاند کا وہ انتخاب کر کے گیا

﴿ملک مبشر احمد ریحانؔ﴾

وہ دور تھا مگر قلب و نظر میں رہتا تھا
سرور و لطفِ سماعت اثر میں رہتا تھا

میں آنکھ کھولتا پاتا اسی کو جلوہ گر
وہ بند آنکھ میں غضِّ بصر میں رہتا تھا

سماعتوں میں سدا گھول کر کلام کا رس
وہ اس کی روح میں اس کے اثر میں رہتا تھا

مرے خیال میں میرے گمان میں بس کر
وہ میرے شعر کے حرف و ہنر میں رہتا تھا

مسافتوں کا نہ اس کے شمار تھا کچھ بھی
وہ بحرِ علم تھا وہ بحر و بر میں رہتا تھا

ہر ایک دل میں اترنے کا تھا ہنر اس کو
اسی ہنر کے کمالِ ہنر میں رہتا تھا

صفائے قلب تھا اس کا کہ مثل آئینہ
صفات حق کے حصول و نشر میں رہتا تھا

یہ کیا ہوا کہ تہی کر گیا زمانے کو
وہ جس زمانے کے شام و سحر میں رہتا تھا

چلا گیا وہ مشیت کے اک اشارے پر
کہ شوق رب کی لقاء کے سفر میں رہتا تھا

زہے نصیب کہ وہ وقت اب بھی سامنے ہے
گزرتے وقت کی جس راہگزر میں رہتا تھا

نصیب ہم کو وہ لمحے سدا رہیں یارب
میں جن کے سایۂ معجز اثر میں رہتا تھا

﴿ حمیدالمحامدحامد ﴾

دل میں درد، درد میں آنسو ہیں پیار کے
کیا کیا ستم ہیں گردشِ لیل و نہار کے

افسوس ہے کہ آپ بھی تنہا چلے گئے
ہم بھی تو راہگیر تھے اس رہگذار کے

تم نے تو بزمِ دہر سے پہلو بچا لیا
یاں نوحہ بن کے رہ گئے نغمے بہار کے

کیا تھک گئے تھے گردشِ دوراں سے اس قدر
تربت میں سو گئے ہو جو سب کو بسار کے

اے دردِ اہلِ درد سے آنکھیں نہ بند کر
اُٹھ دیکھ اشک دیدۂ خوننابہ بار کے

آقا! حضور کس کو بلائیں گے یہ تو سوچ
لاکھوں سہی غلام ترے تاجدار کے

وہ درد دے گئی ہے تیری مرگ ناگہاں
بھولے سے بھی نہ بھولیں گے غم روزگار کے

ایسے کہاں تھے دہر میں تم زاویہ پسند
آ کے جو گھیر بیٹھے ہو گوشے مزار کے

مانا کہ بزم خلد ہے بیکل تیرے لئے
غم بھی تو دیکھ جاؤ کسی غمگسار کے

کیا لو گے اپنے دل سے جدا کر کے درد کو
جاؤ نہ درد دل کو لحد میں اتار کے

مصلح ؔہو صبح خلد کی راحت تمہیں نصیب
آتے ہیں ! ہم بھی شام غریباں گزار کے

﴿مولانا مصلح الدین احمد راجیکی﴾

﴿غیر مطبوعہ مرسلہ: مکرم مجیب الرحمٰن درد صاحب﴾

﴿یہ نظم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور میں لکھی گئی تھی لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات کے بعد یہ نظم ماہنامہ انصار اللہ دسمبر 2003 میں شائع کی گئی۔﴾

ہے ذکر حضرت طاہر مجھے خاموش رہنے دو !
ہمہ تن گوش رہنے دو، ہمہ تن گوش رہنے دو
یہی تو تذکرہ میرے لیے ہے جام مینا بھی
دریں محفل مجھے تم بن پئے مدہوش رہنے دو

تیرے ذکر حسیں سے ہم دلوں کو شاد رکھیں گے
تری یادوں کا میخانہ سدا آباد رکھیں گے

ترا حرف تمنا ترجمان حال تھا گویا
جو وسعت میں محیط حال و استقبال تھا گویا
زباں کب کھولتے تھے منطقی تیرے مقابل پر
ترے انداز میں وہ زور استدلال تھا گویا

تری بالمثل حکمت کے سدا چشمے رواں ہونگے
ترے نکتوں سے پیدا صد ہزاراں نکتہ داں ہونگے
دیا ہے نسل تازہ کو جنوں علم جدیدہ کا
تعجب کیا ! جو پیدا اس میں لاکھوں رازداں ہو نگے

تری آواز گونجے گی ہمیشہ چاند تاروں تک
ترا ڈنکا بجے گا عین دنیا کے کناروں تک

ابد تک تیری قائم عزت و توقیر دیکھیں گے
سدا چشم تصور سے تیری تصویر دیکھیں گے
حدیثوں سے مزین ہم سنیں گے ہر ترا خطبہ
کتاب حق کی گاہے دلربا تفسیر دیکھیں گے

نگاہ دل سے ہم قانون عالمگیر دیکھیں گے
سر تسلیم خم کرتے ہوئے تقدیر دیکھیں گے

﴿عبدالسلام﴾

بے سبب سی ہے اداسی رونقوں کے باوجود
دل میں تنہائی ہے اتری دوستوں کے باوجود

ہجر کا دور گراں اپنی جگہ پر اب تلک
وصل کی امید بھی تھی فاصلوں کے باوجود

یہ تسلی تو تھی اس دنیا کا ہی باسی تو ہے
قرب کا احساس سا تھا فرقتوں کے باوجود

خوف تھا خدشے بھی تھے فکریں بھی اندیشے بھی تھے
لیک مایوسی نہیں تھی وسوسوں کے باوجود

کیا ہوا کہ یک بیک دامن چھڑا کے چل دیا
مڑ کے بھی دیکھا نہ اتنی چاہتوں کے باوجود

کر گیا ہے نقش ہر اک دل پہ وہ انمٹ نقوش
بھول پائے گا نہ گزری ساعتوں کے باوجود

کیوں نہ میرے دل میں اس کی چاہ کے جذبے پلیں
مجھ کو چاہا جس نے میری خامیوں کے باوجود

دل میں ایسے بھی اتر آتے ہیں سناٹے کبھی
جیسے وہ زندہ ہی نہ ہو دھڑکنوں کے باوجود

ذہن ہے سویا ہوا سا نغمگی کی بزم کا
آنکھ دھندلائی ہوئی ہے مہ رخوں کے باوجود

وہ گیا کیا رونق بزم چمن جاتی رہی
لذت داد ہنر ، شعر و سخن جاتی رہی

شکر لِلّٰہ کہ وفا کے پھول مرجھائے نہیں
ہیں شگفتہ موسموں کی شدتوں کے باوجود

جانب منزل رواں ہے اب بھی اپنا کارواں
تازہ دم ہے راستے کی سختیوں کے باوجود

نامرادی میرے دشمن کا مقدر بن گئی
ہاتھ کچھ آیا نہ اس کے کوششوں کے باوجود

ان مخالف سمت جاتے قافلوں سے پوچھیے
کیوں بھٹکتے پھر رہے ہیں رہبروں کے باوجود

گر خدا کو چھوڑ کر ہو ناخداؤں پر نظر
ڈوب جاتے ہیں سفینے ساحلوں کے باوجود

جن دیئوں میں پڑتا رہتا ہے خلوص دل کا تیل
وہ دیئے بجھتے نہیں ہیں آندھیوں کے باوجود

گردش افلاک بھی ہم کو ہلا پائی نہیں
ہم رہے ثابت قدم سب گردشوں کے باوجود

یہ سہاگن بن پیا کے رہ نہیں سکتی کبھی
پھر کوئی محبوب دل تسخیر کرنے آگیا

ایک لمحے کے تعطل میں خلا پیدا ہوا
پھر نیا اک باب وہ تحریر کرنے آگیا

﴿صاحبزادی امۃ القدوس﴾

سارا چمن اداس ہے وہ گلبدن گیا
خاک وطن سے دور غریب الوطن گیا

افسردہ اس طرح سے ہیں دیوار و در یہ بام
ویران کر کے آس کا سارا صحن گیا

آنسو کا دھارا بن گیا بہتا ہوا چناب
ربوہ کی سرزمیں کا وہ کوہ و دمن گیا

مہکے ہوئے گلاب سراپا ہیں احتجاج
اک پھول کیا گیا ہے کہ سارا چمن گیا

گلیوں میں آج بھی ترے قدموں کے ہیں نشاں
کس کو بتائیں ربوہ کا شاہِ زمن گیا

پھیلی ہوئی ہے تیرے بدن کی مہک یہاں
اے سجدہ گاہِ ذوق ترا بانکپن گیا

راہوں پہ جو کھلے تھے وہ مرجھا گئے گلاب
کلیوں سے اور غنچوں سے رنگِ بدن گیا

اے جانے والے جنت فردوس کے مکیں
روشن تری وفا کے دیئے تا ابد رہیں
اشکوں کے پھول سیف کی آنکھوں سے جو گرے
دامن میں تیری یاد لئے تا ابد رہیں

﴿سلیم الدین سیف﴾

یاد آتا ہے مجھے اے خوش بیاں لہجہ تیرا
مسکراتے ہونٹ اور وہ مہرباں لہجہ تیرا
آج تو ہم میں نہیں پر سب کے دل پہ نقش ہے
وہ تیری زندہ دلی وہ شادماں لہجہ تیرا

﴿ارشاد عرشی ملک﴾

سیدا! آپ جو باطل کے مقابل ٹھہرے
اپنے مولا کے خوشا! پیار کے قابل ٹھہرے

آپ تو مجلس عرفان کی تھے روح رواں
تابع سنت و قرآن کے حامل ٹھہرے

وا کئے عقدے مسائل کے بہ علم و حکمت
اردو انگریزی زبانوں میں بھی کامل ٹھہرے

کتنے ہی فیض ملے تیری دعاؤں کے طفیل
ہومیو پیتھ بھی کیا ماہر و عاقل ٹھہرے

درمیاں اپنے جو کچھ سال گزارے تو نے
وہی اپنی تو فقط زیست کا حاصل ٹھہرے

اہل مشرق سے محبت تری انمول رہی
دور رہ کے بھی ترے قرب میں شامل ٹھہرے

تو نہیں تو یہ محبان شکستہ دل ہیں
اشک آنکھوں میں ترے بعد بمشکل ٹھہرے

وہ ترے دل میں رہے پیار کی دھڑکن کی طرح
جتنے معصوم کہ پابند سلاسل ٹھہرے

تجھ سے ہی ہم نے محبت کا قرینہ سیکھا
سیل نفرت میں تمہی پیار کا ساحل ٹھہرے

کتنا تھا درد ترے دل میں یتامیٰ کے لئے
بے زباں بیٹیوں کا آپ ہی آنچل ٹھہرے

دل نابینا کو جو نور بصیرت بخشے
وہی تنویرؔ تری آنکھ کا کاجل ٹھہرے

﴿نصرت تنویرؔ﴾

کتنے سکوں سے کھینچ کر ہے اَجل لے گئی
اس نفسِ مطمئنہ کو بے دخل لے گئی

کتنی وہ پاک روح تھی جو اتنے پیار سے
ہر احمدی کے دل سے سبھی بخل لے گئی

مولا کے سارے رنگ ہیں تقدیر کے یہ کام
آقا کو اتنی دور کسی نخل لے گئی

ایسی شدید درد کی یہ لہر آئی ہے
سارے کا سارا آنکھ کا جو کجل لے گئی

کیسا فقیر صفت تھا وہ میرا بادشاہ
کیوں اتنی جلدی اسکو ہے اجل لے گئی

﴿درثمین طاہر﴾

قرب کا طالب رہا ، قرب خدا کو پا لیا
بندۂ حق نے بسرعت مدعا کو پا لیا
زندگی کا لمحہ لمحہ وقف تھا جس کے لئے
جان کی بازی لگا کر اس خدا کو پا لیا
زندگی تیری مثالی تھی، مثالی موت بھی
دے کے سب کچھ اک متاعِ بے بہا کو پا لیا
''موت کے پیالوں میں بٹتی ہے شرابِ زندگی''
تیرے آئینے میں اس رازِ بقا کو پا لیا
زندگی کے جام تو نے چار سو بانٹے ہمیش
مردہ روحوں نے حیاتِ جانفزا کو پا لیا
ابن مریم کو ملا تھا حق سے وہ دستِ شفا
جاں بہ لب لوگوں نے بھی جامِ شفا کو پالیا
کون کہتا ہے کہ تو موجود اب ہم میں نہیں
کام زندہ ہیں ترے، تو نے بقا کو پا لیا
زندۂ جاوید آقا! رحمتیں تجھ پر مدام
جا کے بھی جانے نہ والے ! برکتیں تجھ پر مدام

﴿عطاءالمجیب راشد﴾

ہے خامشی زمیں پر ہلچل ہے آسماں میں
کس شان کا مسافر پہنچا ہے لامکاں میں

آ کر کبھی نہ دیکھا اس اپنے گلستاں کو
تالا پڑا تھا کب سے اس تیرے آشیاں میں

جینا پڑا ہے ہم کو یوں مرگ ناگہاں تک
تیرے بغیر آقا اس ملک مہرباں میں

یوں چھوڑ کر اچانک تو آنکھ موند لے گا
یہ بات تو نہیں تھی شاید کسی گماں میں

سانسوں کے زیروبم میں تھا دل کی دھڑکنوں میں
کیسے تجھے گنوں میں اب آہ رفتگاں میں

تو تھا نظر کا محور آنکھوں کا نور تھا تو
تیری طرف نظر تھی اتنے بڑے جہاں میں

کیسے بچے گا دل کا نازک یہ آبگینہ
اتھاہ گہرے غم کے اس بحر بیکراں میں

پتوار ہے سلامت بازو بھی شل نہیں ہیں
پھر سے رفو کریں گے کشتی کے بادباں میں

محفل میں آکے کیسے پوچھوں سوال عظمتؔ
جشن بہار بدلا اس سال کیوں خزاں میں؟

﴿ڈاکٹرفہمیدہ منیر﴾

وہ ایک لمحہ مری نگاہوں میں منجمد ہو کے رہ گیا ہے

جو ذہن و دل میں قیامتیں سی مچا گیا تھا

وہ ایک لمحہ

جو میری بستی کے بام و در کو ہلا گیا تھا

رلا گیا تھا

خبر یہ کیسی سنا گیا تھا

کہ کوئی پیارا، بہت ہی پیارا جو جان سے بھی عزیز تر تھا

بچھڑ گیا ہے

مکین تھا وہ ہر ایک گھر کا

ہر ایک آنگن اجڑ گیا ہے

وہ ناخدا تھا

اور اس کے جانے کے بعد ناؤ تلاطموں میں گھری ہوئی تھی

سہم گئی تھی

ہزاروں خوف اور وسوسے اس کو غرق کرنے کی

کوششوں میں لگے ہوئے تھے

مگر جب آیا الٰہی وعدے کے پورا ہونے کا وقت تو پھر

مرے خدا نے ہر ایک ڈر کو

ہر ایک خوف اور وسوسے کو

امن میں بدلا

وہ ساعتیں تھیں غم و خوشی کا عجیب سنگم

کہ آنکھیں غم سے چھلک رہی تھیں

مگر دلوں کا سرور بن کر

کوئی اچانک ہی

مسندِ دل پہ جلوہ افروز ہو گیا تھا

﴿تہمینہ ثمین﴾

محبت کی جوت ایسی جگا کر چلے گئے
ہر دل میں اپنا پیار بسا کر چلے گئے

ہر ایک کے حبیب تھے اور درد آشنا
سب کے غموں کو دل سے لگا کر چلے گئے

ہر بول میں خلوص تھا، ہر بات میں مٹھاس
درس وفا حضور سکھا کر چلے گئے

آنکھیں بھی اشکبار ہیں، دل غم سے چور ہے
ہر اک کو غم کا جام پلا کر چلے گئے

ربوہ کے خاص و عام ہیں گریہ کناں تمام
سب عاشقوں کو آپ رلا کر چلے گئے

ہم کو بلندیاں ملی ہیں آپ کے طفیل
اک عہد تابناک نبھا کر چلے گئے

علم و ہنر کا آپ تھے اک بحرِ بے کنار
ہر آگہی کا نور دکھا کر چلے گئے

شیریں کلام سے کیا دنیا کا دل اسیر
عشق و وفا کی بزم سجا کر چلے گئے

خوشبو بسی ہے آپ کی اعظمؔ جہان میں
الفت کے پھول ایسے کھلا کر چلے گئے

﴿اعظم نوید﴾

راہی خلد بریں! تیری صدا باقی ہے
وہ ترا شیریں سخن جگ میں سدا باقی ہے
نور ہی نور برستا تھا زباں سے تیری
تیرے لفظوں کی زمانے میں ضیاء باقی ہے
تیری باتیں، ترے خطبے، وہ مجالس تیری
جانے والے تری یادوں کی کتھا باقی ہے
تو نے ہر دل میں اتر کے ہے محبت بانٹی
دل میں ہر دم تری چاہت کا مزا باقی ہے
تجھ کو للکار کے اے شیر خدا! دنیا میں
ہے کہاں کوئی عدو، کون ضیاء باقی ہے
مل گئے خاک میں سب دعوے زمیں والوں کے
عرش آواز تھا تو، تیرا کہا باقی ہے
ایک لمحے کا ٹھکانہ ہے سرائے دنیا
سب مسافر ہیں یہاں ایک خدا باقی ہے
گو حقیقت مجھے معلوم ہے لیکن پھر بھی
میں سمجھتا ہوں کہ تو ہم میں سدا باقی ہے
دلبرا تو نے تو جنت میں بسا لی دنیا
اور یہ ہجر زدہ تیرا ضیاؔء باقی ہے

﴿ضیاء اللہ مبشر﴾

دھوپ کی گہری تپش میں ہم پہ بادل آپ تھے
جب کبھی طوفان نے گھیرا تو ساحل آپ تھے

صرف ہم لوگوں کی خوشیوں میں نہ ہوتے تھے شریک
ہر کسی کے درد و رنج و غم میں شامل آپ تھے

خط دعا کا لکھ کے ہو جاتے تھے ہم تو مطمئن
کر دیا کرتے ہمیں فکروں سے غافل آپ تھے

والدہ تھیں سیدہ مریم پدر فضل عمر
نسبت و کردار میں اعلیٰ، مکمل آپ تھے

آپ کے عہدِ خلافت میں ہوا کتنا عروج
جلد طے کرتے ترقی کی منازل آپ تھے

ایم ٹی اے ہے آپ کا اک کارنامہ عظیم
جس سے ہر گھر میں ہمارے جان محفل آپ تھے

آزمائش سے جماعت کو نکالا ہر گھڑی
ڈھونڈ لیتے ہر مصیبت کا کوئی حل آپ تھے

مجلس عرفاں قرآں کا درس بچوں کی کلاس
شخصیت میں ذات میں فطرت میں ہلچل آپ تھے

احمدیت کے چمن میں ہیں کئی شیریں ثمر
سارے گلشن میں مہک جس کی تھی وہ پھل آپ تھے

اپنے سب احباب کی تھے آنکھ کا تارا اگر
غیر کی نظروں میں بھی تحسیں کے قابل آپ تھے

دشمنوں نے جو اٹھایا سلسلے پر اعتراض
کر دیا کرتے اسے فوراً ہی مہمل آپ تھے

احمدیت کی صداقت کے ہوئے ظاہر نشاں
توڑ نہ جن کا ہو وہ دیتے دلائل آپ تھے

تھا جنوں دعوت و تعمیر بیوت الذکر کا
سجدہ گاہ اشکوں سے کرتے اپنی جل تھل آپ تھے

لفظ میں حکمت تھی پنہاں گفتگو میں فلسفہ
کرتے اپنی بات پر منٹوں میں قائل آپ تھے

ایک سو ستر سے بھی عالم میں شاخیں بڑھ گئیں
حق کی خاطر ساری دنیا کے مقابل آپ تھے

ترجمہ چھپن زبانوں میں کلام پاک کا
کس قدر تکمیل میں بے چین بے کل آپ تھے

چھوٹی چھوٹی گھر کی باتوں میں بھی دیتے مشورہ
حل ہمارے کر دیا کرتے مسائل آپ تھے

کوئی بھی بڑھ کر نہیں نعمت خلافت کے سوا
فضل و برکت سب ہیں اس کے دم سے قائل آپ تھے

ہم نہیں لیکن اکیلے آپ کے جانے کے بعد
اک نئی قدرت ہوئی ظاہر جب اوجھل آپ تھے

حضرت مسرور ہیں خورشیدؔ اب اپنے امام
یہ جماعت کی اگر ہیں جان تو دل آپ تھے

﴿مبشر خورشیدؔ﴾

جانے والے! تری رفاقت کا
ہم نے ہر رنگ میں مزا پایا

وہ جو سایہ سروں پہ تھا تیرا
ہم نے ہم پایۂ ہما پایا

دہریت کے بسیط عالم میں
ہم نے تجھ کو خدا نما پایا

تیری آنکھوں میں تیری سانسوں میں
ہر گھڑی عشق مصطفیٰ پایا

فہم قرآن کے سمندر میں
غوطہ زن تجھ کو بارہا پایا

علم و عرفان کی فضاؤں میں
تجھ کو بالائے ہر فضا پایا

امن عالم کے راستوں پہ تجھے
ساری راہوں سے آشنا پایا

تیرے چلنے سے وہ بھی چلنے لگا
جس نے خود کو شکستہ پا پایا

پوچھ اطفال کی مجالس سے
بچے بچے نے تجھ سے کیا پایا

تو نے بھی "مثل زمن موسیٰؑ"
ایک "فرعون" کو کھڑا پایا

اس کی فرعونیت کی چالوں سے
بچ نکلنے کا راستہ پایا

تیری ہجرت کا ماجرا سن کر
ہم نے اللہ کا پتہ پایا

تیرے خطبات، تیری تحریریں
لفظ لفظ ایک معجزہ پایا

ایم ۔ٹی ۔اے نے تری فراست سے
زندگی بھر کا سلسلہ پایا

تیری آواز کا نشیب و فراز
فکر و فن نے بھی ہمنوا پایا

اپنا دکھ درد لے کے جو آیا
تجھ کو اس دکھ میں مبتلا پایا

جس کسی نے کہا دعا کیلئے
سر سے پا تک تجھے دعا پایا

جا خدا کی رضا کے دامن میں
ابدی راحتوں کے دامن میں

﴿عبدالمنان ناہید﴾

کل رات تیری بستی کہ جاں سیگزر گئی
تم کیا گئے کہ ہم پہ قیامت گزر گئی

اب کے دعا کو ہاتھ بھی اٹھنے نہ پائے تھے
چپکے سے آئی آ کے قضا کام کر گئی

وہ نور تھا کہ چہرے پہ ٹکتی نہ تھی نظر
وہ درد تھا کہ طاقتِ قلب و جگر گئی

سارا ہی شہر ہجر کی تصویر بن گیا
ہر آنکھ خوں فشاں تھی جہاں تک نظر گئی

وہ کرب تھا کہ جان کے اس پار تک گیا
تھی خوف کی وہ کہر کہ وقتِ سحر گئی

اپنے خدا نے آج پھر اپنا دیا ثبوت
پھر آج اپنی ناؤ بھنور سے گزر گئی

پھر آسماں کے پار سے آئی ہے اک صدا
جو ہر دلِ فگار کو مسرور کر گئی

﴿نجیب احمد فہیم﴾

جس سے تھی ڈور دل کی ہماری بندھی ہوئی
سارے جہاں میں بزم تھی جس کی سجی ہوئی

جس کی زباں پہ نطق و بیاں کے تھے معجزے
اسرارِ عشق جس نے کتابوں میں لکھ دیئے

اردو کلاس تھی یا لقاء مع العرب
عرفان و آگہی و محبت کی تاب و تب

تھیں بے نیاز خوف و تکلف سے مجلسیں
قائم تھے فاصلے بھی تو حاصل تھیں قربتیں

حدِّ ادب کے سب کو سلیقے سکھا دیئے
نسلوں کو کتنی اس نے سبق سب پڑھا دیئے

نزدیک و دور سارے دلوں کا شفیق تھا
وہ شخص کیا تھا جس کا محبت طریق تھا

دست دعا میں شامل خدا کی عطا بھی تھی
بخشی خدا نے چارہ گری میں شفا بھی تھی

ہوتا ملول سن کے حکایاتِ درد و غم
اور مانگتا دعائیں کہ ہوں دور سب الم

اس نے اک ایم ٹی اے کا بھی تحفہ عطا کیا
گھر گھر میں ایک عالم کو عالم دکھا دیا

پورا خدا کا وعدہ بڑی شان سے ہوا
اکناف تک زمیں کے جب ابلاغ ہو گیا

جس شخص نے جہاں میں تہلکہ مچا دیا
عشق و وفا و پیار کا دریا بہا دیا

جب آ گیا بلاوا خدائے کریم کا
چپکے سے وہ روانہ سویرے ہی ہو گیا

اس کی مفارقت کی خبر جس گھڑی ملی
عشاق با وفا پہ تو بجلی سی گر پڑی

اشکوں کے آبشار نہ رکتے کسی طرح
اور خوف نے بھی دل کو تھا جکڑا بری طرح

خوف و الم کی کالی گھٹاؤں کی اوٹ سے
پھر چاند ایک نکلا رضائے خدا لئے

پھر سے رواں دواں ہے محبت کا کارواں
عشاق باوفا ہیں اور اک میر کارواں

﴿خالد ہدایت بھٹی﴾

سورج تھا، کہکشاؤں کے جھرمٹ قریب تھے
تو تھا تو آسمان کے نقشے عجیب تھے

اک روشنی کہ رتجگوں سے ہمکلام تھی
اک حسن جلوہ خیز تھا ، جلوے عجیب تھے

آنکھیں کہ مثل دائرۂ ماہتاب تھیں
اس کی لپک تھی اور ہم اس کے قریب تھے

اس کی کشش میں تھے جو زمانے کے نقش تھے
اور مہر و ماہتاب بھی اس کے نقیب تھے

سارے چمن کو ایک ہی صورت سے ربط تھا
وہ شخص اک گلاب تھا ہم عندلیب تھے

کس کو خبر تھی ہم سے تو بچھڑے گا ان دنوں
جب تیرے لوٹ کے آنے کے دن بھی قریب تھے

پاؤں تلے زمیں تھی نہ سر پر تھا آسمان
فرقت کی اس گھڑی میں ہم کتنے غریب تھے

ڈوبا ہوا تھا ہجر نصیبوں کا آفتاب
اور اس کو ڈھونڈتے ہوئے اس کے حبیب تھے

اے تیز پا اے عہد کے مردِ خدا سلام!
ہم تجھ سے فیض یاب تھے ہم خوش نصیب تھے

﴿ناصر احمد سیّد﴾

بہیں اشک کیوں نہ پیارے، نہیں ضبط غم کا یارا
کہیں کھو گیا افق پہ میری آنکھ کا وہ تارا

اشکوں میں ڈھل رہی ہیں مرے خون دل کی بوندیں
غمِ ہجر سے ہوں گھائل، مرا دل ہے پارہ پارہ

کہ جدا ہوا ہے ہم سے وہ محبتوں کا پیکر
وہ نقیب جنتوں کا جو خدا کو تھا پیارا

نہ بھلا سکیں گے تجھ کو تو بسا ہے دھڑکنوں میں
تو صدائے زندگی تھا، مری جان کا سہارا

تیری یاد میرے دل میں یوں بسی ہے جیسے خوشبو
تیرے عکس سے منور مری شب کا ہر ستارہ

تو فلک پہ رفعتوں کے کچھ اس طرح سے چمکا
ہوا ماند تیرے آگے ہر چاند ہر ستارہ

تو چٹان حوصلوں کی ، تو نشان عظمتوں کا
ٹکرایا جو بھی تجھ سے ہوا خود وہ پارہ پارہ

غم گرچہ جاں گسل ہے ، دل پھر بھی مطمئن ہے
اب میرِ کارواں ہے 'مسرور ' اس کا پیارا

پرچم ہے اس نے تھاما اب مہدی زماں کا
نقشوں کو تیرے اس نے ہے اور بھی ابھارا

''یہ محبتوں کا لشکر جو کرے گا فتح خیبر''
یوں رواں دواں رہے گا ہے خدا کا یہ اشارہ

نذرانہ تشکر کروں پیش جان یارب
مانا کہ پھر بھی کم ہے کر لے قبول یارا

اللہ! تیری راہ میں یہی آرزو ہے اپنی
اے کاش کام آئے خون جگر ہمارا

مجھے افسوس کرنا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے
خدا نے خود انہیں مسند خلافت کی عطا کر دی
جھکے جاتے تھے ، جو صدمے سے اپنے پیارے آقا کے
دعا ہے نصرت و تائید اور رحمت کے سائے میں
خدا کے فضل سے ہر گام تقویٰ میں ترقی ہو

مجھے افسوس کرنا ہے

بی بی باچھی ، بی بی جمیل ، اور باقی سب عزیزوں سے
میاں سیفی ، میاں لقمان سے خدمت گزاروں سے
پھر ان کی بیٹیوں شوکت، فائزہ مونا اور طوبیٰ سے
کہ جن کے سر سے ماں کے بعد ابا کا اٹھا سایہ
حوالے کر گئے اس ذات کے جو یار جانی ہے
جو سب بے آسروں کا اسرا ہے غیر فانی ہے

مجھے افسوس کرنا ہے
منیر جاوید صاحب سے بشیر اور سارے عملے سے
امام صاحب ، امیر صاحب اور سارے پہرے داروں سے
جو میرے چاند کے ہمراہ تارے بن کے رہتے تھے
دم رخصت اس شاہزادے کو کندھا دینے والوں سے
نہ جانے غم کا یہ بارگراں کیسے اٹھایا تھا

مجھے افسوس کرنا ہے
شمائلہ سے جہانگیر اور فیروز عالم سے
وہ آقا کی زباں تھے ساتھ ہنستے ساتھ روتے تھے
سراپا ڈوب کر جو ایم ٹی اے کا کام کرتے تھے
ہر اک پل ان کا سفر آخرت ہم کو دکھایا تھا

مجھے افسوس کرنا ہے
ان سب سے جو منصوبوں کو عملی شکل دیتے تھے
ابھی تو افتتاح بیت الفتوح کا ان کو کرنا تھا
زمیں کے چپے چپے کو (بیوت الذکر) سے سجانا تھا

مجھے افسوس کرنا ہے
قلم سے خدمت دیں کرنے والے سب جیالوں سے
جو سلطان القلم کی فوج کے جانباز غازی ہیں
مرے آقا نے ان کو عزت و توقیر بخشی تھی

مجھے افسوس کرنا ہے
زمانے بھر میں سر گرم عمل داعیان الی اللہ سے
جو اپنی جان ، مال ، اولاد سب کچھ جھونک دیتے ہیں
رسول اللہؐ کے جھنڈے تلے سب کو بلاتے ہیں

مجھے افسوس کرنا ہے
واقفین نو کی ادھ کھلی نو خیز کلیوں سے
یہ فصل اب پکنے والی ہے مگر مالی نہ دیکھے گا
خدا اس کے محرک کو ہی سارا اجر بخشے گا

مجھے افسوس کرنا ہے
اسیرانِ راہ مولا سے ان کے خاندانوں سے
جدا اک رشتہ جاں خاص ان سے آقا رکھتے تھے
شہیدان وفا سے ان سے پیچھے رہنے والوں سے

جنہیں یہ آسرا تھا کوئی ان کی یاد میں راتوں کو روتا ہے
خود ان سے بڑھ کے ان کے درد کو محسوس کرتا ہے

مجھے افسوس کرنا ہے

بیوت الحمد کے پیارے مکینوں سے
کہ جن کے سر پہ سایہ آپ کی شفقت نے تانا تھا
سکوں کچھ بے گھروں کو اپنا گھر ہونے کا بخشا تھا
اک ایسی طرح ڈالی جس سے پھوٹیں گے نئے سوتے
کوئی فضل خدا سے بے مکاں رہنے نہ پائے گا

مجھے افسوس کرنا ہے

ان گنت بیواؤں ۔ ناداروں یتیموں سے
جنہیں اک ہاتھ سے دیتے تو دوجا بے خبر رہتا
کسی کی آنکھ میں آنسو خطوں میں کوئی بے چینی
کسی صورت کوئی اظہار درد و بے بسی پاکر
ضرورت مند سے بڑھ کر وہ خود بے چین ہو جاتے
تڑپ یہ تھی کہ باقی نہ رہے دنیا میں دکھ کوئی
دکھی کوئی نہ ہو جس کو نہ کوئی آسرا پہنچے

مجھے افسوس کرنا ہے

اُن ڈھلتی عمر کی کنواریوں سے سب سے چھپ کر جو
مناسب وقت پہ رشتوں کی خاطر ، آپ کو
خط لکھتی رہتی تھیں دل کا درد کہتی تھیں
دل کا درد وہ مجبور بھی لکھتی تھیں جو سسرال میں اپنے
اپنوں کے ہاتھوں دار پر لٹکائی جاتی تھیں

مجھے افسوس کرنا ہے

اردو کلاس کے موٹے بچے ۔ بڑے بچے سے
چلڈرن کلاس کے وھیل چیئر پر بیٹھے بچوں سے
ہر اک سے جو کسی عنوان ان کو یاد کرتا ہے
مرے محبوب آقا سے جو دل سے پیار کرتا ہے
مگر سب سے زیادہ تو مجھے افسوس کرنا ہے
خود اپنے آپ سے ۔ میرا وہ سب کچھ تھے

دعا ہے میرا مولا ان کو اپنی گود میں بھر کے
حبیب اللہ کے قدموں میں جا کے پیار سے رکھ دے

﴿امۃ الباری ناصر﴾

شہر ہے اک درد کا منظر ترے جانے کے بعد
میں بھی آیا ہوں بچشمِ تر ترے جانے کے بعد

جانتا بھی تھا کہ تجھ سے مل نہ پاؤں گا مگر
پھر بھی آیا ہوں ترے در پر ترے جانے کے بعد

اب تخیل میں مرے پرواز کی طاقت نہیں
کٹ گیا ہے شعر کا شہپر ترے جانے کے بعد

وہ تری خاکِ لحد اور وہ ہجوم عاشقاں
تھا بڑا دلدوز یہ منظر ترے جانے کے بعد

ان دلوں کی کیفیت ہو بھی تو ہو کیسے بیاں
جی رہے ہیں جو ،تو مر مر کر ترے جانے کے بعد

تو نے کیا دیکھا ہے یوں ہو کر سرِ محفل خموش
ہم نے تو دیکھا ہے اک محشر ترے جانے کے بعد

میکدہ پر ہے ترے اب بھی ہجوم میکشاں
ہے لبالب ہی ترا ساغر ترے جانے کے بعد

دشتِ غم میں قافلہ تیرا پریشاں تھا بہت
دے دیا اللہ نے اک رہبر تیرے جانے کے بعد

تو کہ اک تابندہ مظہر قدرتِ ثانی کا تھا
مل گیا ہے اک نیا مظہر ترے جانے کے بعد

﴿عبدالمنان ناہیدؔ﴾

دھنک تیری صداؤں کی ہواؤں میں مہکتی ہے
ترے انفاس کی خوشبو فضاؤں میں مہکتی ہے
ترے قدموں کی آہٹ دے رہی ہے دستکیں دل پر
تری صورت دمکتی، کہکشاؤں، میں مہکتی ہے
جدا تو ہو گیا ہم سے یقیں اب بھی نہیں آتا
پرتیم، یہ تصور ذہن میں لایا نہیں جاتا

ابھی تک آئنوں میں تیری رعنائی ہے پائندہ
ابھی تک تیرے لفظوں سے نئے آہنگ نکھرتے ہیں
ابھی تک تیرے لہجے کی کھنک سینے جگاتی ہے
ابھی تک تیری باتوں سے ہزاروں رنگ نکھرتے ہیں
جدا تو ہو گیا ہم سے یقیں اب بھی نہیں آتا
پرتیم ،یہ تصور ذہن میں لایا نہیں جاتا

ابھی تک تیری محفل کا ساماں تابندہ ہے جاناں
ابھی تک تیری پرچھائیں میں تارے جھلملاتے ہیں
ابھی تک برق آسا ہے تری رفتار کا عالم
ابھی تک مجلس عرفاں کے دیپک جگمگاتے ہیں
جدا تو ہو گیا ہم سے یقیں اب بھی نہیں آتا
پرتیم، یہ تصور ذہن میں لایا نہیں جاتا

ابھی تک تیرے لب غالب کے شعروں سے مزین ہیں
ابھی تک تیری تصویروں میں جیون مسکراتا ہے
ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ تو احباب میں اپنے
لئے دامن میں صدہا پھول ساجن مسکراتا ہے

سخن ،بزم تخیل میں ہزاروں مشعلیں لے کر
ترا حسن ،جہاں آرا ابھی تک درس دیتا ہے
وہ پیاسا جس کو علم و آگہی کی پیاس ہوتی ہے
ابھی تک تیرے میخانے سے اکثر جام لیتا ہے
جدا تو ہو گیا ہم سے یقیں اب بھی نہیں آتا
پرتیم، یہ تصور ذہن میں لایا نہیں جاتا

خدائے لم یزل تجھ کو پناہ خاص میں رکھے
تجھے آغوشِ احمد کی پذیرائی عطا کر دے
ہمیں سب تیرے خوابوں کی حسیں تعبیر مل جائے
ہماری گود میں تیری دعاؤں کے ثمر بھر دے

﴿مبارک احمد عابدؔ﴾

اجل یہ روپ عجب آہ تم نے دکھلایا
ستم کیا ہے۔بہت یوں جو خود کو منوایا
لیا وہ شخص جو زندہ تھا زندگی کی طرح
چُنا وہ گُل کہ ہے گلشن تمام کملایا

﴿مصباح دسمبر 2003ء﴾

ہر گھڑی سوچتی رہتی تھی کہ خط آئے گا
دل بے چین کچھ اس طرح سکوں پائے گا
سلسلہ ربط بہم کا کوئی ہو جائے گا

شاید اس بار کسی شعر پہ کچھ داد آئے
میں بہت روئی مجھے آپ بہت یاد آئے

ہم اسی دوری پہ بے چین رہا کرتے تھے
یونہی کل پرسوں کے وعدوں پہ جیا کرتے تھے
ایم ٹی اے پر ہی سہی دیکھ لیا کرتے تھے

ایم ٹی اے دیکھ کے اب آپ بہت یاد آئے
میں بہت روئی مجھے آپ بہت یاد آئے

اک فقط آپ تھے جو میری زباں جانتے تھے
میری تحریر کو بے نام بھی پہچانتے تھے
میری ناچیز مساعی کو بڑا مانتے تھے

سوچ کے لطف و عنایات بہت یاد آئے
میں بہت روئی مجھے آپ بہت یاد آئے

ٹی وی کھولیں تو ترا چہرہ نظر آتا ہے
کان میں رس تری آواز کا گھل جاتا ہے
تم یہیں ہو یہ تصور ہمیں بہلاتا ہے

پر نہیں ہو یہ حقیقت بھی بہت یاد آئے
میں بہت روئی مجھے آپ بہت یاد آئے

دل کی دنیا میں تری یاد بسالی میں نے
اور ترے نام کی اک تختی لگالی میں نے
دوسری دنیا میں ملنے کی دعا کی میں نے

ہاتھ اٹھاتی ہوں تو لب پر یہی فریاد آئے
میں بہت روئی مجھے آپ بہت یاد آئے

اک فقط میں ہی جدائی پہ نہیں ہوں دلگیر
اک دنیا ہے ترے حسن کی احساں کی اسیر
لوگ یوں تڑپے ہیں، روئے ہیں، نہیں کوئی نظیر

سب کو جو ان سے تعلق تھا وہ سب یاد آئے
میں بہت روئی مجھے آپ بہت یاد آئے

ہر گھڑی جنگ کڑی اس نے لڑی ہے مولیٰ
زندگی دعوتِ دیں میں ہی کٹی ہے مولیٰ
تا دمِ واپسیں خدمت ہی رہی ہے مولیٰ

پرسکوں سوئے ہوئے آپ بہت یاد آئے
میں بہت روئی مجھے آپ بہت یاد آئے

آپ کی ساری لگن دل میں بسالیں ہم بھی
پاک تبدیلی کا منصوبہ بنا لیں ہم بھی
آپ سے پیار میں کچھ یار کمالیں ہم بھی

آپ سے عہدِ وفا ہم کو بہت یاد آئے
میں بہت روئی مجھے آپ بہت یاد آئے

﴿امتہ الباری ناصر﴾

الوداع! الوداع! اے یارجانی الوداع
ہو مبارک یہ سفر! اے یارِجانی الوداع

وہ گھڑی تھی کیا قیامت! جب ملی مجھ کو خبر
انا للہ کہہ دیا! اے یارِجانی الوداع

چیخنا چلانا نہیں! تھا سبق میں نے پڑھا
کر لیا پھر صبر میں نے! اے یارِجانی الوداع

اشک آنکھوں میں بھرے! کچھ نظر آتا نہیں
خشک آنکھیں ہیں تری! اے یارِجانی الوداع

خوش تو ہو گے تم بہت! جانا تھا تم نے ایک دن
کیا بنے گا اب ہمارا! اے یارِجانی الوداع

وہ چاند چہرہ کیسے بھولوں! سامنے تھا ہر گھڑی
بھول سکتا بھی نہیں! اے یارِجانی الوداع

یاد آؤ گے تم مجھے! کچھ تو کرسکتا نہیں
کیسے روکوں میں تمہیں! اے یارِجانی الوداع

تھا مبارک تیرا آنا! ہو مبارک تیرا جانا
تھی مبارک زندگی! اے یارِجانی الوداع

دودھ کی تاثیر بھی! پھر دعاؤں کا اثر
روشن ہوا تیرا جہاں! اے یارِجانی الوداع

شفقتِ پدری نے بھی! ایسا کیا تم پر اثر
بن گئے تم راہنما! اے یارِجانی الوداع

دنیا کے بت کدے میں! ہونا تیرا وہ سجدہ ریز
آگیا اس کو پسند! اے یارِجانی الوداع

سرفرازا پھر تمہیں دوستی کی سند سے
قوم کا سید بنا! اے یارِجانی الوداع

گھیر رکھا تھا تمہیں! دشمنانِ دین نے
سنت سے تھے وہ بے خبر! اے یارِجانی الوداع

ظلم حد سے جب بڑھا! آنے لگی پھر یہ صدا
صبر کا دامن تھام لو! اے یارِجانی الوداع

انجام اس کا دیکھ کر! ہو گئے سب سجدہ ریز
ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا! اے یارِجانی الوداع

آواز پہنچی چار سو! مچ گئی اک کھلبلی
پہنچ سے جو دور تھی! اے یارِجانی الوداع

یہ خدا کا فضل تھا! ہم پہ جو نازل ہوا
آ گیا تو میرے گھر! اے یارِجانی الوداع

مٹ گئے سب فاصلے! دیکھ کر تصویر کو
دل کے غنچے کھل اٹھے! اے یارِجانی الوداع

ہونے لگی سیراب پھر! ہر کہیں بنجر زمیں
فرق سب کچھ مٹ گیا! اے یارِجانی الوداع

بن گیا پھر تو مصدق! اس الہام پاک کا
تھا مقدر میں لکھا ! اے یارِجانی الوداع

توحید کا پرچم لئے! اس جہاں کا بادشاہ
پاگئے سب برکتیں! اے یارِجانی الوداع

اک طرف درسِ روحانی! اک طرف درسِ شفا
دے رہا تو ہر کسی کو! اے یارِجانی الوداع

وہ تو تھا شیرِ خدا! تو بھی تھا مردِخدا
یکساں خلافت کی قبا! اے یارِجانی الوداع

اھلاً و سھلاً و مرحبا! اے آنے والے سن ذرا
ساتھ میرے تو بھی کہہ دے! اے یارِجانی الوداع

اے خدائے عزوجل! یہ دعا کرتا ہے ملکؔ
قرب کریو اسے عطا! اے یارِجانی الوداع

﴿ملک مقصود احمد رہتاسیؔ﴾

طاہرؔ جاناں ترے جانے سے ہیں رنجور دل
ہو گئے تیری جدائی سے کروڑوں چُور دل
پر خدا کی رحمتوں نے کر دیئے مخمور دل
' ابن شاہ ' ہم نے جو پایا ہو گئے ' مسرور ' دل

﴿محمد افتخار نسیمؔ﴾

شانِ خدا ہی تو تھا تیرا سایۂ شفقت
تیرے ہوتے تیری بزم بے یارو مددگار نہ ہوئی

امامت و خلافت کا بھرم رکھنے والے
تجھ سے پہلے کبھی زمین ایسی گل و گلزار نہ ہوئی

ہر لمحہ تیری دعائیں ہر خاص و عام کے لئے
آبِ زم زم بنتا رہا اک بوند بھی بیکار نہ ہوئی

جوق در جوق بڑھتے رہے قافلے تیرے ساتھ
شجر در شجر پھول کھل گئے خاکِ پا بھی تیری غبار نہ ہوئی

کتنے غمگیں تیری بزم کے چراغ ہیں آج
آخری دیدار ہوتا رہا مگر ہمت دیدار نہ ہوئی

مسافتِ ہجر میری، منتظر شفقت رہی تیری
میں رازِ الفت کہہ نہ سکی سکتِ دیدار نہ ہوئی

دنیا کو کیا سنائیں اپنے درد کی دوہائی
آنکھ اشکبار ہے اب تک مگر آہ و زار نہ ہوئی

میرے پیارے کیوں ناراض ہوا اس طرح ہم سے
کیوں اچانک تیری شفقت میری غمگسار نہ ہوئی

لمحہ لمحہ تڑپنے والوں کی بزم خاموش کر گیا
پلٹ کے دیکھ ذرا کس کی آنکھ اشکبار نہ ہوئی

خدا کی رحمت رہے تجھ پہ صدا اے امام الزماں
رحمتِ باری تو کبھی حاکم و حکومت کے اختیار نہ ہوئی

اے میرے پیارے جدائیوں کے اسیر بے وطن آقا
ارضِ ربوہ تھی منتظر تیری، آمد منظور دربار نہ ہوئی

اے طاہر مسیح الزماں اک بار پھر آ
دیکھ ملاقاتیوں کی ختم ابھی قطار نہ ہوئی

﴿زاہدہ عارف﴾

تیرے اوصافِ کریمانہ کہاں تک ہوں بیاں
نُطق میں طاقت کہاں اور حرف کو یارا کہاں

شجر سایہ دار تھا تو اور کُنجِ عافیت
ہر پریشاں حال پاتا تھا سکونِ دل یہاں

بیکسوں اور بے بسوں پر تھی تری نظرِ کرم
درد کا درمان تو بے آسروں کا سائباں

بُھولے بھٹکوں کے لئے تو نور کا مینار تھا
تو بہار جاوداں تھا دور تھی تجھ سے خزاں

تیرے زریں دور کی وہ برکتیں اور وسعتیں
ایم ٹی اے کا تحفہ ہے ان کا سنہرا اک نشاں

تیرا منصوبہ 'بیوت الحمد' ہے کیسا عظیم
پُر سہولت مِل گئے ہیں بے مکانوں کو مکاں

سو 'بیوت الذکر' منصوبہ، دیار غیر میں
رہتی دنیا تک رہے گا زندہ توحیدی نشاں

'وقفِ نوٗ' کی تیری وہ تحریک کتنی بے مثال
کل کو سب یہ پھول ہونگے پھول پھل کے گلستاں

شادی فنڈ تو نے جو 'مریم' نام سے قائم کیا
بچیوں نے پائی راحت خوش ہوئے سب خانداں

تو اعلائے کلمۂ حق کیلئے سینہ سپر
تھا دیارِ غیر میں اک دینِ حق کا پہلواں

اپنے مولیٰ سے وفا کا جو تقاضا بھی ہوا
ٹالنا پل بھر کو بھی تجھ کو گوارا تھا کہاں

تیرا وہ طرزِ خطابت علمیت کا شاہکار
کر دیئے جس میں نکاتِ معرفت تو نے عیاں

آن بیٹھے سایۂ احمد میں تیرے عزم سے
مختلف اقوام کے لاکھوں کروڑوں قدسیاں

سختیاں راہِ وفا کی تو نے جھیلی ہیں تمام
اے مرے پردیسی تو تھا عظمتِ دیں کا نشاں

دینِ حق کی سر بلندی تیرا مقصودِ حیات
تو نے سوچا ہی نہیں اپنا کبھی سود و زیاں

نافلۂ مہدیٔ موعودؑ، اُس کا جانشیں
تا دمِ آخر رہا دینِ خدا کا پاسباں

'داغ ہجرت ' کا حقیقت میں تو ہی مصداق تھا
یہ دیارِ غیر میں پورا کیا تو نے نشاں

تیری بستی میں تجھے ملنے کی حسرت رہ گئی
میرے پیارے تجھ کو ڈھونڈوں تو بتا ڈھونڈوں کہا ں

عارضی تیری جدائی بن گئی کیوں دائمی
تو ہمیشہ کیلئے کیوں سو گیا اے جانِ جاں

جانے والے جاکہ جو تو نے جلائے تھے دیئے
روشنی میں ان کی دیکھیں منزلوں کے ہم نشاں

جانے والے ہے نبھایا خوب پیمانِ وفا
روح تیری مطمئن ہے اپنے مولیٰ کے یہاں

تیرے جانے سے جگر ہے پارہ پارہ اور نسیمؔ
مرغ بسمل کی طرح ہے خستہ دل اور نیم جاں

تیری یادیں ہر گھڑی ہر پل ستائیں گی ہمیں
تیرے مہجوروں کی دولت اشک کا سیلِ رواں

تیرے جانے کا بھی غم ہے اسکے آنیکی خوشی
جانشیں تیرا حقیقی، جو ہمارا جانِ جاں

دے دیا ہے ہاتھ جس کے ہاتھ میں اب تیرے بعد
'ابنِ شاہ' وہ قدرتِ ثانی کا مظہر بے گماں

﴿محمد افتخار احمد نسیمؔ﴾

اک شخص جو سراپا محبت تھا پیار تھا
انیس سال سے وہ غریب الدیار تھا

رہتا تھا میرے دل میں وہ بس خون کی طرح
جیون کا میرے جس پہ ہی دارومدار تھا

قربِ خدا سے متصف، نائب مسیحؑ کا
ہر جہت سے وہ نابغۂ روزگار تھا

ذکرِ خدا رسولؐ پہ آنکھیں تھیں جس کی نم
دین خدا سے پیار جس کا آشکار تھا

خوشبو سے جسکی سارا معطر ہوا جہاں
اپنے وجود میں وہ اچھوتا ہی یار تھا

پیارا تھا وہ جہاں سے ہمیں کیونکہ اس کو بھی
سردارِ دو جہاںؐ سے تو ازحد ہی پیار تھا

تھی دل میں سرفرازی توحید کی تڑپ
جس کیلئے کہ وقف ہر لیل و نہار تھا

نہ اس کو تھا قبول دین مصطفےٰ کا ضعف
کرنے کو جان نثار وہ ہر دم تیار تھا

ہر پل تھی دل میں دعوت حق کیلئے لگن
ہر لمحہ زندگی کا اُسی پہ نثار تھا

جس نے جڑیں اکھیڑ دیں الحاد و کفر کی
غریب الوطن تھا، دین کا وہ افتخار تھا

باطل کے ساتھ سر کئے تھے معرکے بے انت
میدانِ حق کا فتح مند وہ شہسوار تھا

تھا شہنشاہ سخن وہ اور بے بدل خطیب
ہر لفظ جس کا معرفت کا آئینہ دار تھا

عشق محمدیؐ کی رہی ذہن میں بہار
عرفان و علم کا شجر، با برگ و بار تھا

جس کی چمک نے کر دیا خیرہ جہان کو
دین خدا کا موتی صد آب دار تھا

ہر منزل مراد سے لوٹا وہ شاد کام
میدان آرزو کا تو وہ شہسوار تھا

تشکیل اس نے دے دیا ایسا جہاں نو
منصوبہ اس کے ذہن کی جو پیداوار تھا

صدیوں میں لوگ پیدا جو ہوتے ہیں بیمثال
اس بیمثال شخص کا ان میں شمار تھا

پیارے مسیحؑ کی وہ تھا دعاؤں کا اک ثمر
یعنی وہ شخص ' اک سے ہوا جو ہزار ' تھا

نہ تھا خزاں کا شائبہ اس کے وجود میں
محبوب قدسیاں تو سراپا بہار تھا

اُس طاہر حبیبؒ کی دنیا ہی تھی الگ
ہر عاشق رسول کا وہ جاں نثار تھا

ہر مسئلے کا حل تھا جس کے دماغ میں
دینی دنیوی علم کا بحرِ ذخّار تھا

مسخر کیا جہاں کو دلائل کے زور پر
دنیائے علم دین کا وہ تاجدار تھا

عہد وفا خدا کیساتھ اس نے نبھایا خوب
صبر و رضا کا پیکر عالی وقار تھا

زندہ نظر کے سامنے ہے آئینے [1] میں وہ
وہ اس کے عہدِ زرّیں کا جو شاہکار تھا

اس کی محبتوں کا تقاضا یہی تو ہے
ہوں اس پہ کاربند جو اس کا شعار تھا

انیس اپریل کا وہ اک سانحہ عظیم
گویا کہ اک خدنگ تھا جو دل کے پار تھا

[1] ایم ٹی اے

اٹھا وہ کیا جہان سے دنیا لرز گئی
ہر آنکھ اشکبار تھی دل بے قرار تھا

وقت وصال نفس بھی تھا اسکا مطمئن
عبد شکور پا گیا جو وصلِ یار تھا

کیں اپنی سجدہ گاہیں تر اُسکے عشاق نے
قادر کی قدرتوں کا ہی پھر انتظار تھا

رحمت خدا کی جوش میں پھر آئی ناگہاں
پورا ہوا جو وعدۂ پروردگار تھا

مسرور پھر ہوئے ہیں دل مسرورؔ مل گیا
بدلا وہ خوف امن میں جو روح پہ بار تھا

یہ نیم جاں نسیمؔ بھی پھر پا گیا سکون
جو کہ فراقِ یار میں سینہ فگار تھا

﴿محمد افتخار نسیمؔ﴾

کیا سوچ کے دنیا سے کوئی دل کو لگائے
چھن جائیں جہاں پل میں سہاروں کے سہارے

ہے کتنی گراں بار یہ پیاروں کی جدائی
جانے وہی جیتا تھا جو پیاروں کے سہارے

یہ دور خزاں کتنا ستم کوش ہے ان پر
رہتے تھے چمن میں جو بہاروں کے سہارے

پھر بجھ گئے آشاؤں کے وہ دیپ اچانک
دل میں کئے روشن تھے جو پیاروں کے سہارے

پھر ٹوٹ کے بکھرے ہیں تمناؤں کی صورت
وہ پھول جو دلشاد تھے ہاروں کے سہارے

یہ داغ جدائی ہے کہ پیغام اجل ہے
زندہ کوئی رہتا ہے مزاروں کے سہارے

ان اشکوں سے کیوں نہ ہو نسیمؔ ان کو محبت
جو اشک ہیں اب ، ہجر کے ماروں کے سہارے

﴿محمد افتخار نسیمؔ﴾

دل میں وصالِ یار کی اک آس رہ گئی
آنکھوں میں اک مستقل سی پیاس رہ گئی

تھی آرزو یہ آقا سے اک بار تو ملوں
یہ آرزو ہی اب تو میرے پاس رہ گئی

آیا نہیں پلٹ کے موسیٰ تو دوستو
تھی وادیٔ ایمن اداس رہ گئی

چپ ہو گیا وہ مرد طاہرؔ مگر جوادؔ
جو کہہ گیا ان باتوں کی مٹھاس رہ گئی

﴿جوادالکریم جوادؔ﴾

وہ محبتیں وہ عنایتیں وہی شفقتیں کہ جو ہم سے دامن چھڑا گئیں
تیری قربتیں ہوں نصیب ان کا جن کی فرقتیں تڑپا گئیں

نہ بھلا سکیں گے تجھے ہم کبھی رہ رہ کے یادیں رلائیں گی
مگر ہو نصیب تجھ کو وہ سب اُلفتیں جو ہم سے آنکھیں چرا گئیں

میرا دل نہ مانے جدائیاں، وہ جدائیاں تیرے حسن کی
ہمیں بخش دے وہی ہمتیں کہ جو ہم سے دامن چھڑا گئیں

راضی رہنا رضا پہ تیری ہوگا اتنا کٹھن یہ خبر نہ تھی
نہیں چارا اس کے سوا کوئی تیری باتیں ہم کو رلا گئیں

میرے دل کو عادت سی پڑ گئی ہے تیری رحمتوں کی شفقتوں کی
ہمیں کر عطا نئی نعمتیں کہ یہ محرومیاں دل دکھا گئیں

انہیں رکھنا اپنے حضور میں اپنی شفقتوں میں عنایتوں میں
کہ یہ وہ ہستیاں ہیں لَو پیار کی تیرے، دلوں میں سب کے جلا گئیں

﴿عفاف اظہر﴾

یہ دل تو تیرا دیوانہ تھا طاؔہر
میں ویسے تجھ کو بتلاتا نہیں تھا

یہ مرتا تھا تری ہر ادا پر
اسے تجھ بن کوئی بھاتا نہیں تھا

یہ رہتا تھا ترے ہی ساتھ ہر پل
ترے کوچے میں گو جاتا نہیں تھا

یہ تیرا تھا صرف تیرا ہی تیرا
بظاہر کوئی بھی ناطہ نہیں تھا

یہ تجھ بن جی نہیں پائے گا شائد
اسی ڈر سے میں سمجھاتا نہیں تھا

مگر اک دن لٹی یوں اس کی دنیا
کہ تو اس کو نظر آتا نہیں تھا

تیرے بعد

یہ دل کیوں دکھ دیئے جاتا ہے مجھ کو
یہ کیوں اب چین ہی پاتا نہیں ہے

یہاں کیوں دکھ نے ایسے ڈیرے ڈالے
یہاں سے کرب کیوں جاتا نہیں ہے

یہ بیٹھا راہ تکتا جائے تیری!
یہ کیوں اب رہ سے اٹھ جاتا نہیں ہے

نہیں اس کے بھی بس کی بات شائد
سنبھلتا ہے سنبھل پاتا نہیں ہے

یہ آنسو بن کے بہہ جائیگا اک دن
یہ مجھ سے تو بہل پاتا نہیں ہے

کوئی گھاؤ ہے گہرا ورنہ زیبی
یہ اتنی جلدی گھبراتا نہیں ہے

اسے تم ساتھ ہی لے جاؤ طاہرؒ
یہ میرے سنگ اب آتا نہیں ہے

﴾ام قاصد زیبی﴿

جدا ہوا دلوں کو حزیں بنا کر جو شخص دھوپ میں سایہ تھا
اداس بہت ہے طاہر کے بعد اسکا نشیمن جو ہر دل میں ٹھہرا تھا
جس کے آنسو دیتے تھے دم زندگی دور کرتے تھے ہر غم زندگی
رہ مولیٰ کے اسیروں سے جسے رشتہ جاں سب سے سوا تھا
ہماری خاطر جو رات لٹاتا تھا، چین نہ پاتا ساری رات
ہر روز نئے فکر ہر شب تھے نئے غم وہ دل تھا کہ مہمان سرا تھا
ہماری خاطر تھے جس کے نغمے جسکی دعائیں ہماری دولت
ہمارے درد و الم سے ہی تر سجدہ و قیام اسکا تھا
ہماری خوشیاں جھلکتی تھیں جس کے مقدر کے زائچے میں
ہمارے خونِ جگر کی مے سے ہی جسکا جام بھرتا تھا
اسکا پیار ہماری خاطر دعا بنا ہماری چاہت اسکا مدعا بنا
راس نہ آئے جسے طبیبوں کے دلاسے وہ خود دستِ شفا تھا
اسکی چاہتیں اسکی قربتیں یاد آتی ہیں قدم قدم
اٹھتے تھے ہاتھ جو اپنے لئے پھر بھی ہمارے لئے مجسم دعا تھا
صد شکر ہے اس خدا کا جس نے عطا کیا پھر اک آسرا
ورنہ غم زدوں کا دل تو سورج کے ساتھ ڈوب چلا تھا

﴿طیب شہزاد﴾

اٹھتا ہے دھواں دل سے جب یاد تیری آئے
آنکھوں سے بہیں آنسو، دل درد سے بھر آئے

یادوں کے دیئے روشن ہیں ذہن کی چوکھٹ پر
اک نور کے سانچے میں جب چہرہ وہ ڈھل جائے

اے جانِ بہاراں تو، اس باغ کی رونق تھا
ہر پتہ ہے افسردہ اور پھول ہیں کملائے

خوشبو تیری ایم ۔ٹی ۔اے ہر گھر میں بکھیرے ہے
وہ چاند سا چہرہ جب آنگن میں اتر آئے

اک نور کا منبع تھا، اک پیار کا ساگر تھا
بھر لیتے تھے جام اپنے ہر روز گئے آئے

تو عزم کا جوہر تھا ہمت تھی جواں تیری
دشمن کے مقابل پر تو جان بھی وار آئے

اے نور ہدایت تو، دریائے خطابت تھا
جب پھول جھڑیں منہ سے منبر کو بھی پیار آئے

طاہر تھا، مطہر تھا، سرتاپا مبارک تھا
ملتا ہے سکوں دل کو جب نام تیرا آئے

اک فیض کا چشمہ تھا اس دورِ ضلالت میں
پیغامِ محبت کا ہر سَمت سُنا آئے

ہر آنکھ تڑپ اُٹھی، بے قابو ہوا ہر دل
اک نور سا چہرہ جب مٹی میں سلا آئے

آنا بھی مبارک تھا ، جانا بھی تھا شاہانہ
لشکر بھی فرشتوں کے لوگوں کے سوا آئے

اک نور سا اُبھرا ہے خوشیوں کا سویرا ہے
دے دل کو تسلی اب، اب نہ خوفِ بلا آئے

مسرورؔ کی آمد ہے، رحمت کا اجالا ہے
اک صبح یقین پھر سے، اے میرے خدا آئے

نعمت کی رداء اوڑھے اب نصرت حق آئی
پھر عرش سے ٹکرا کر مضطر کی دعا آئی

(امتہ الرفیق ظفر)

کہیں دور کتنا سکوت تھا
یہاں زرد پتوں کی آہٹیں
بھی خاموش تھیں
یہ فضائیں کتنی اداس تھیں
یہاں تنہا تنہا ہر اک
وجود
شکستہ
غم سے نڈھال تھا
یہاں ہر کسی کا وہ
حال تھا
نہ کسی کا کوئی سوال تھا
اسے ڈھونڈتی ہوئی
ہر نگاہ میں چُھپی ہوئی
وہی چاہتیں
وہ محبتیں

کئی حسرتیں
جو تڑپ تڑپ کے آہ وفغاں
ہوئیں
یہ فضا میں کیسی اُداسیاں
یہاں زرد پیڑوں کی
اوٹ سے
کوئی چپکے چپکے
چلا گیا
اسے ڈھونڈتی رہی یہ نظر
میری بے کلی کی
کسے خبر
اسے دیکھنے کی وہ آرزو
میرے دل میں جل کے
فنا ہوئی
کیا یہی وہ شام وصال تھی
کیا اسی وصال
کی آس لے کے میں
جی رہی تھی

ہنسی خوشی

اسے لوٹ جانا تھا

یہ فقط نصیب کی

بات

تھی

یہ فضا میں کیسا سکوت تھا

کسے ڈھونڈتے ہوئے یہ

نظر

کسی ایک سمت ٹھہر گئی

یہ میرے جگر

کا مزار تھا

یہی میرے دل کا

قرار تھا

یہاں لمحہ لمحہ اداس تھا

یہ میرے جگر کا

مزار تھا۔۔۔۔!!!

﴿صبیحہ منصور﴾

یونہی غمزدہ ہمیں چھوڑ کر میری جانِ جاں کہاں چلے
میرے وہم و من کو نہ تھی خبر ، میری جانِ جاں کہاں چلے

شب غم اداس گزار کر دل ریزہ ریزہ سنبھال کر
یہ نہ پوچھ کیسے ہوئی سحر ، میری جانِ جاں کہاں چلے

میرا پیار مجھ سے جدا ہوا کہ مچا ہے شور یہ جا بجا
تجھے دیکھ لوں میں ذرا ٹھہر ، میری جانِ جاں کہاں چلے

یہ کیوں آنسوؤں کی جھڑی لگی مجھے ضرب غم بھی کڑی لگی
بہے اشک، چھلنی ہوا جگر ، میری جانِ جاں کہاں چلے

میرا شوق نذر فغاں ہوا میرا خواب جل کے دھواں ہوا
مجھے کیسے آئے گا اب صبر ، میری جانِ جاں کہاں چلے

ہوا تنہا تنہا سایہ جہاں کہ تو کس سفر پہ چلا کہاں
تیری سمت کیسے اٹھی نظر ، میری جان جاں کہاں چلے

یونہی چپ خاموش نہ اب بنو مجھے کچھ کہو میری کچھ سنو
میرے خط کا کوئی کرو ذکر ، میری جان جاں کہاں چلے

تیری یاد مثل وفا سہی میرے درد دل کی دوا سہی
جو لکھی ہے کیسے کریں بسر ، میری جان جاں کہاں چلے

مجھے کون دے گا وہ راحتیں وہی چاہتیں وہ عنایتیں
نہ کوئی رہا نہ وہ نامہ بَر میری جانِ جاں کہاں چلے

سدا وہ جو بڑھتے قدم چلا ہوا کیسے ملک عدم چلا
کہ میں جاؤں آپکے بن کدھر ، میری جان جاں کہاں چلے

﴿صبیحہ منصور﴾

غم خوار تھے ہمارے وہ محسن چلے گئے
تھے علم و معرفت کے جو مخزن چلے گئے

تیزی سے جس نے سفر کو کچھ ایسے طے کیا
پل بھر میں اپنے آخری مسکن چلے گئے

پھیلا کے اپنی خوشبو سارے جہان میں
پھولوں سے اپنا بھر کے وہ گلشن چلے گئے

ہر ایک سے پیار کا رشتہ جسے رہا
وہ سب کے پیارے جانی و محسن چلے گئے

سوچا تھا ہم نے جلسہ میں جا کے ملیں گے پھر
لیکن وہ پیشتر ہی، پسِ چلمن چلے گئے

پھرتے ہیں اس کی یاد کو دل میں بسا کے ہم
وہ ہم سے کیوں چھڑا کے دامن چلے گئے

﴿خواجہ عبدالمومن﴾

کتنا دلکش وہ کتنا پیارا تھا
اس کا چہرہ تو ماہ پارہ تھا

سب کا محسن ہمارا آقا تھا
سب کی آنکھوں کا وہ ستارہ تھا

روز سنتے ہیں جن کو ٹی وی میں
بستی بستی کا وہ دلارہ تھا

لب ہلاتا تو پھول جھڑتے تھے
دلوں پہ کرتا سدا اجارہ تھا

نام طاہرؔ تھا دل بھی طاہر تھا
علم و دانش کا اک منارہ تھا

دل کی الفت سے سب کو کہتا تھا
میں تمہارا ہوں میں تمہارا تھا

تجھ پہ رحمت خدا کی ہو ہر دم
تو ہمارا ہے تو ہمارا تھا

﴿خواجہ عبدالمومن﴾

تم نے کہا تھا آن ملیں گے بس اب لوٹ کے آؤ ناں
تم آمنے سامنے بیٹھو اور ترسوں کی پیاس بجھاؤ ناں

میں نہ مانوں وقت کی قید اور میں نہ جانوں زیست کی شام
ہم دکھ ماروں کی بستی کے تم آ کے بھاگ جگاؤ ناں

مت پوچھو دیوانوں کا، جب شام جدائی در آئی
دکھ سے ہر اک چور تھا یوں، لگتا تھا کہیں مر جائے ناں

اجڑ گئی تھی تیری بستی، لٹے پٹے تھے سب دیوانے
تجھ بن کیسے جی پائیں گے ان کی سمجھ میں آئے ناں

صبح سے بیٹھی راہ تکوں میں، شام ہوئی تم آئے ناں
تم تو اور ہی دیس سدھارے یہ کیا کیا بتلاؤ ناں

یورپ کیا امریکہ کیا سب دیس تمہارے اپنے تھے
تم ایسی راہ تو نہ جاتے جہاں جا کے کبھی کوئی آئے ناں

تیرے ملن کی آس لئے جو لمحہ لمحہ جیتے تھے
کیسے لٹی آج انکی دنیا، کیوں تڑپیں کُرلائیں ناں

کیسی دکھ کی سانجھ ہے یہ اور کیسا درد کا رشتہ ہے
درد میں ڈوبی ساری بستی ڈال بھی پات ہلائے ناں

اس بھاگ اجڑتی دھرتی سے جس دن تو دیس بدیس ہوا
دھوپ نگر پھر دھوپ ہی دھوپ تھی ابر یہاں پھر چھائے ناں

ہر دل گھائل سینہ زخمی کون کسے سمجھائے اب
ٹوٹ نہ جائے ضبط کا بندھن دل تو سنبھل ہی پائے ناں

پاکستان ﴿امتہ القدوس ملک﴾

نہیں تیرے فراق میں اک ایسا بھی مقام آیا
کہ تیرے خیال سے بھی بے خبر رہے ہیں ہم

نہ پوچھیئے اب ہم سے جگر کے ٹکڑے کتنے ہوئے
ان کے فیض سے عرصہ، فیض یاب ہوتے رہے ہیں ہم

ہم اپنی ذات میں اک انجمن رہے برسوں
ادھر زمانہ رہا ہے، اِدھر رہے ہیں ہم

ہماری بدنصیبی پہ ہنس رہے ہو تم
یہ کل کی بات ہے کہ جانِ سحر رہے ہیں ہم

پھر اشکوں میں بھر گیا لہو کا رنگ اے قمؔر
بچھڑنے والے تجھے یاد کر رہے ہیں ہم

﴿چوہدری نعیم احمد قمر﴾

آنکھ میں جو ہے رتجگا ہے
دل کا شعلہ پگھل رہا ہے

اک مسلسل ہے جذب کا عالم
جب سے سجدے میں سر رکھا ہے

مرے معبود! پردۂ مشہود
کیا کوئی اور دوسرا ہے

دھرتی گلرنگ ہو رہی ہے
آسمان نور اُبل رہا ہے

روشنی ہے کہ بڑھ رہی ہے
آئینہ کرب رو رہا ہے

بس یہی شخص دولتِ گل ہے
دھڑکنوں میں بدل رہا ہے

آج اک نور کی کرن نے
قبر کا زخم بھر دیا ہے

شعر کیا گلستانی فن میں
عشق میں جو رقم ہوا ہے

اے مری روح اب سنبھل بھی
حرف میں کون اتر رہا ہے

﴿احمد منیب﴾

وہ میرے قلب و جگر میں مرے لہو میں تھا
مرے قلم کی روانی، مری نمو میں تھا

وہ باغِ لیل و نہاراں کے رنگ و بو میں تھا
نگاہ مستیِ دوراں کے ہر سبو میں تھا

چراغِ مستیِ ساغر وجود تھا اس کا
وہ مثلِ سیلِ رواں اشکِ آرزو میں تھا

میں اس کے قرب کی راہیں تلاشتا ہی رہا
وہ مثلِ ابر بہاراں تھا کو بہ کو میں تھا

وہ جس کی آنکھ نے انمول کر دیئے پتھر
وہ اب کے اور ہی دنیا کی جستجو میں تھا

نقوشِ راہ محبت وجودِ عالی جاہ!
قرار گاہِ زمانہ کی ہاؤ ہو میں تھا

﴿احمد منیبؔ﴾

اُنّی سال جدائی کٹّی اِکے آس سہارے
کل پرسوں دے وعدے کیتے میرے نال توں پیارے

فانی دیس نوں چھوڑ سدھایا اصلی وطناں والے
کاہنوں لائے سن توں یارا آن ملن دے لارے

ہر شے فانی اکا باقی ڈٹھا پھر اک واری
جا ستے سب بھوئیں اندر لعلاں دے ونجارے

ڈوبو پانی دے وچ دیکھو لو کیں ڈبدے جاندے
کتھے وے! اوہ کھیون ہارا جیہڑا پار اتارے

کتھے وے جس ڈبدی بیڑی گھمن گھیر چوں کڈھی
کتھے وے اوہ جس اپڑایا سانوں آن کنارے

پیراں بیٹھوں دھرتی کھسکی اچن چیت جو سنیا
سدن والے سدا گھلیا کیتا کوچ نگارے

رت جگراتے، نفل نمازاں، خیراتاں تے صدقے
تیری خاطر بھیکاں منگیاں ورتے حربے سارے

لا دتی سی دا تے جندڑی تیری خاطر یارا
اساں تے اپنی جان جگر وی وارو واری وارے

رَبّا دے توفیق اسانوں اوہدے قدمیں ٹریئے
جس نے چک بنایا سانوں آسماناں دے تارے

ساڈی دھرتی اتے مولا تتی وا نا وَگے
صادق مِٹّھی رُت رہوے تے سَون ورھے گلزارے

﴿محمد صادق جنجوعہ﴾

سارے ہی زخم قوم کے سہلا گیا وہ شخص
دل کے در و دیوار کو دہلا گیا وہ شخص

ہم کو تمام عمر وہ سکھ بانٹتا رہا
ایسا گیا کہ اشکوں میں نہلا گیا وہ شخص

سب کے دل و نظر میں محبت اتار کر
روتے ہوؤں کو کس طرح بہلا گیا وہ شخص

ظلمت کے ہر لباس کو تن سے اتار کر
سینوں کو بحر نور میں نہلا گیا وہ شخص

شاخوں کو پھول، پھول کا کیا رنگ دے گیا
کیسا لباس باغ کو پہنا گیا وہ شخص

طاہرؔ تو اپنی چادر غفلت اتار دے
آواز دے کے سوتوں کو دہلا گیا وہ شخص

﴿طاہر بٹ﴾

جب عدد کا بڑھ گیا شور و فغاں
تب خدا میں ہو گئے ہم سب نہاں

اُس طرف آقا مرا رخصت ہوا
اِس طرف اشرار نے کھولی زباں

منہ کی پھونکیں ہو گئیں کچھ تیز پھر
بے اثر لیکن ہوئی ان کی دکاں

جس جگہ جا کر کوئی آتا نہیں
پیارے آقا نے بنایا گھر وہاں

دل ہلاتی ہے تری تصویر اب
دیکھ کر ہوتے تھے جس کو شادماں

تھا کھچا آتا مخالف لاجرم
کس قدر تھا پُرکشش تیرا بیاں

گفتگو میں سب کا رکھتا تھا خیال
طبع نازک پر نہ ہوتا تھا گراں

مان لے اے دل کہ آقا چل دیئے
موت ہے برحق، حقیقت، بے گماں

چھا گئی دُنیا پہ پژمُردگی
اور صادقؔ کھل گیا باغِ جناں

﴾محمد صادق جنجوعہ﴿

میرے محبوب تیرے بعد بھی میں
تیری عظمت کے گیت گاؤں گا
تو نے جو لازوال درد دیا
میں اسے حرزِ جاں بناؤں گا
خود بھی روؤں گا یاد کر کے تجھے
ساتھ اوروں کو بھی رُلاؤں گا
جو بھی آئے گا نقشِ پا پہ ترے
اپنے دل میں اسے بٹھاؤں گا
میں نے جو عہد بھی کیا تجھ سے
جان دے کر اُسے نبھاؤں گا
راہ ڈھونڈوں گا تجھ سے ملنے کی
ہر قدم پر دیئے جلاؤں گا
انتظار اس طرح کروں گا ترا
حشر تک منتظر رہوں گا ترا

یاد آئے گا تیرا حسن ہمیں
تیرا احسان یاد آئے گا
ہر قدم پر تری محبت کا
عہد و پیمان یاد آئے گا
رونقِ شامِ مجلس عرفاں
درسِ قرآن یاد آئے گا
تیرے خطبات تیری تقریریں
حسنِ فرمان یاد آئے گا
آئے گا جب بھی کوئی شعلہ بیاں
تو مری جان یاد آئے گا
اس جمال و جلال کے صدقے
تو تو ہر آن یاد آئے گا

کٹ گیا دَور کامیاب ترا
عہد زرّیں تھا لاجواب ترا

﴿عبدالمنان ناہید﴾

وہ سراپا عفو سب کا تھا فقط میرا نہ تھا
بھول جاؤں میں جسے ایسا تو وہ چہرہ نہ تھا

وہ دعا کا تھا کرشمہ وہ خدا کا اک نشاں
ایم ٹی اے کی روح تھا اور تھا جان جہاں

ابر باراں کی طرح برسا وہ کوہ و کاہ پر
اس کی شفقت اور عنایت تھی گدا و شاہ پر

پاسباں تھا دین حق کا وہ محبت کا امیں
عہد جو باندھا تھا اس نے قول سے ہارا نہیں

وہ امیر کارواں تھا اور شب دیجور تھی
راستہ بھی پر خطر تھا اور منزل دور تھی

زندگی عشق خدا عشق محمدؐ میں کٹی
خدمتِ قرآن بھی اس کو بہت محبوب تھی

خادم و انصار کو اس نے منظّم کر دیا
طفل اور لجنہ کی بنیادوں کو محکم کر دیا

اس نے دکھلا دی ہمیں ۔۔۔کی صورت حسیں
علم اور عرفان کے موتی بکھیرے ہر کہیں

کوئی لمحہ زندگی کا رائیگاں کھویا نہیں
بیج دیں کا کون سا تھا اس نے جو بویا نہیں

وقف کر دی جان۔پر خدمت سے منہ موڑا نہیں
زندگی دیتا رہا اوروں کو خود سویا نہیں

ہجر میں بھی اس نے تنہا دردؔ کو چھوڑا نہیں
کون سا دل ہے جو اس کی یاد میں رویا نہیں

﴿رضیہ درد عاطف﴾

غم فرقت میں یہ جلتا بدن لیکر کہاں جاؤں
ترے بن تیری یادوں کو سجن لیکر کہاں جاؤں

مہکتا تھا مری سانسوں میں تیرے پیار کا گلشن
مجھے تو ہی بتا! اُجڑا چمن لیکر کہاں جاؤں

کبھی تیری محبت میں جہاں نغمہ سرائی تھی
لٹی محفل وہ سونی انجمن لیکر کہاں جاؤں

بہار زندگی میری فقط تیرے ہی دم سے تھی
یہ احساس خزاں، دل کی گھٹن لیکر کہاں جاؤں

کبھی تیری وفاؤں کے ستاروں سے جوروشن تھا
بتا ساجن ! وہ اب سونا گگن لیکر کہاں جاؤں

ترے جانے سے ویراں ہے یہ مرے دل کا میخانہ
ترے عشق تپاں کی یہ لگن لیکر کہاں جاؤں

عیاں ہے کرب روح و دل مرے اب جسم و جاں سے بھی
و فورِ غم بتا تو ہی ! تھکن لیکر کہاں جاؤں

ہے کتنا سخت پہرہ وحشتوں کا دل کی نگری پر
میں اس پہرے میں اپنا من بدن لیکر کہاں جاؤں

غمِ فرقت میں تیرے ہو گیا نظروں میں خود مجرم
سلگتے ہجر کا دار و رسن لیکر کہاں جاؤں

لٹی ہیں کس بیدردی سے تمنائیں نسیمؔ اپنی
میں ارمانوں کی میت بے کفن لیکر کہاں جاؤں

﴿محمد افتخار احمد نسیمؔ﴾

رخصت ہوا ہر آنکھ کو کر کے وہ تر گیا
بن کے سہانی یاد کا وہ منظر ٹھہر گیا

یارو اب تیز دھوپ میں نکلوں گا کس طرح
سر سے وہ سایہ دار میرے شجر گیا

دیکھو وفا کی راہ میں قدرت کے کھیل کو
پلٹا نہ اپنے دیس نہ اپنے ہی گھر گیا

میں آنکھوں کی پت جھڑی روکوں تو کس طرح
جسم ہی نہیں وہ روح کے اندر اتر گیا

پائی ہیں اس کے قرب سے کروڑوں نے برکتیں
پھیلا ہے نور چار سو جدھر وہ قمر گیا

مشکل ہے اس جہاں میں اس سا بدل کوئی
دنیا سے اک نایاب زاہدؔ گوہر گیا

﴿سید طاہر احمد زاہدؔ﴾

کسی کی یاد میں ڈوبی کوئی تو داستاں کہہ دو
ستارو! ہے کہاں وہ میری منزل کا نشاں کہہ دو

وہ راہیں گامزن جن پر محبت کے تھے دو راہی
بنی ہیں اک اکیلے کیلئے کیوں امتحاں کہہ دو

لکھا تھا کیوں نصیبوں میں یہ درد و ہجر کا صحراء
لٹا ہے میرے ارمانوں کا جس میں کارواں کہہ دو

جہاں سجدہ کناں تھے پیار میں دو دل زمانے سے
وہ کیوں اے گردشِ افلاک اُجڑا آستاں کہہ دو

بہا دی درد کے طوفاں میں میری زندگی جس نے
مقدر میں لکھا کیوں غم کا بحرِ بیکراں کہہ دو

ستاروں سے پرے بھی جس کی صورت جگمگاتی تھی
پڑی ہے ماند اُس کے ہجر میں یہ کہکشاں کہہ دو

کوئی پوچھے جو اُس سے میرا کیا رشتہ تھا دنیا میں
وفا کا دیوتا، محبوب میرا، جانِ جاں کہہ دو

بسا تھا روح و جاں میں جو زمانے نے وہی چھینا
مری چاہت، مری الفت، گئی کیا رائیگاں کہہ دو

بہت محفوظ رکھے تھے جو تنکے چار شاخوں پر
گِری برقِ تپاں اُن پر جلا کیوں آشیاں کہہ دو

نگاہوں میں تھا انجام وفا کا اور ہی نقشہ
جدا وہ کیا ہوا مجھ سے ہوا میں نیم جاں کہہ دو

نسیمؔ خستہ جاں تو دل گرفتہ ہے اسی دکھ میں
بہاروں کی تمنا میں ہوا نذرِ خزاں کہہ دو

﴿محمد افتخار نسیمؔ﴾

کیا قیامت ہم پہ ٹوٹی ہے ترے جانے کے بعد
ایسا غم ہو گا نہ اب کوئی ترے جانے کے بعد

پہلے تھا دل میں اندھیرا داغِ ہجرت سے فقط
اب تو اک تیرہ شبی ہوگی ترے جانے کے بعد

سینکڑوں حلاج[1] تیرے حسن پر قربان ہیں
عقدہ ہم پر کھل گیا یہ بھی ترے جانے کے بعد

لحظہ لحظہ میں نے اوڑھی ہے رداء صبر و ضبط
اب مگر یارا کہاں باقی ترے جانے کے بعد

عالمِ دیوانگی، وارفتگی، آشفتگی
منقلب دنیا ہوئی کیسی ترے جانے کے بعد

میں کہاں طاؔہر کہاں ذوقِ سخن کے سلسلے
شاعری مجھ پہ ہوئی طاری ترے جانے کے بعد

﴿طاہر بٹ﴾

[1] منصور کا لقب

تری یادوں کو سینے سے لگائے جی رہے ہیں ہم
ہماری جاں تجھے دل میں بسائے جی رہے ہیں ہم
کیا تجدیدِ بیعت کا جو وعدہ ہم نے ہے تجھ سے
اسی اک عہد کو دل سے لگائے جی رہے ہیں ہم
ملا ہے کتنا سندر جانشیں تیرا ہمیں پیارے
اسی سے رشتہ جاں کو نبھائے جی رہے ہیں ہم
ہماری جاں تجھے دل میں بسائے جی رہے ہیں ہم

ہمیں پھر اس مسیحا صفت نے وہ زندگی بخشی
جو یکدم تیرے جانے سے ترے اپنوں نے کھوئی تھی
امامت نے تری وہ روح ایمانی جو پھونکی تھی
اسی کو حرزِ جاں اپنا بنائے جی رہے ہیں ہم
ہماری جاں تجھے دل میں بسائے جی رہے ہیں ہم

مرے پیارے ترا پیارا امیر کارواں اپنا!!!
امیر کارواں تو ہے مگر ہے جانِ جاں اپنا
قلعۂ دینِ حق کا ہے وہی تو پاسباں اپنا
گلستانِ محمدؐ کا انوکھا باغباں اپنا
اُسی کی اب امارت میں رواں ہے کارواں اپنا

قدم سب اس کے سنگ اپنے بڑھائے جی رہے ہیں ہم
ہماری جاں تجھے دل میں بسائے جی رہے ہیں ہم

زمانہ تو سدا روڑے ہی اٹکا ئے گا راہوں میں
مگر پھر آگئے ہیں ہم انہیں مضبوط بانہوں میں
تعیّن منزلِ حق کا ہے پھر جس کی نگاہوں میں
قدم اس کے قدم سے ہی ملائے جی رہے ہیں ہم
ہماری جاں تجھے دل میں بسائے جی رہے ہیں ہم

مرے پیارے تجھے معلوم ہے تو جاں سے پیارا تھا

خدا کے بعد تیرا ہی ہمیں ہر دم سہارا تھا

نگاہوں سے کبھی تو نے جسے دل میں اتارا تھا

وہ ''ابن شہ'' جسے تیری محبت نے نکھارا تھا

ترا پر تو ملا جس میں تجھے بھی تو وہ پیارا تھا

وہی''مسرور'' جس کے سائے سائے جی رہے ہیں ہم

ہماری جاں تجھے دل میں بسائے جی رہے ہیں ہم

رضا پر تیری راضی ہیں کہ جو تیری رضا مولیٰ

ہے مہجوروں کے دل کا بھی وہی اک مدعا مولےٰ

﴿محمد افتخار نسیم﴾

باغِ مسیحؑ کے نور سے دھوئے ہوئے گلاب
تم حسن ماہتاب ہو تم نورِ آفتاب
آنکھوں کی راہ سے مرے دل میں سما گئے
لگتا ہے آپ اور بھی نزدیک آ گئے
ضَوتاب تھے گو راہِ ہدایت کے سب چراغ
فضل خدا سے آپ انہیں جگمگا گئے
عرفان کے اور علم کے دریا بہا گئے
جدوجہد کے ہم کو قرینے سکھا گئے
آپ عزتوں کی سر پہ رِدائیں اوڑھا گئے
لاکھوں کے تھے حساب کروڑوں پہ چھا گئے
پردیس میں اٹھاتے رہے جس قدر ملال
شانِ کریمی نے بھی کیا اس قدر خیال
خوئے جہاد آپ کو دی حق نے بے مثال
فتح مبین آپ پہ برسی ہے با کمال
بخشا خدا نے آپ کو پُر جاہ و پُر جمال
دورِ خلافتِ حق، کی ترقی سے مالا مال

﴿خانم رفیعہ مجید﴾

شکایت ہے نہ کچھ تم سے گلا ہے
جو مولیٰ کی رضا ،اپنی رضا ہے

تمھیں دل میں بسانے کا صلہ ہے
تمھیں پایا، خدا کو پالیا ہے

نئی دنیا بسانے کی طلب میں
وہ روشن چاند چہرہ چھپ گیا ہے

بچھڑنے کی ادا کتنی حسیں ہے
وصالِ یار کا کیا مرحلہ ہے

وہ محفل، عالم بالا کی محفل
جہاں تجھ سا کرم فرما گیا ہے

ہم آئیں گے تری محفل میں آقا!
ہمارے دل میں بھی ذوقِ لقا ہے

﴿محمد آصف عدیم﴾

منزل کی بات اور ہے، منزل تو پا گیا
اک شخص ہم کو حد سے زیادہ رُلا گیا

اک یاد ہے جو دل میں رہے گی تمام عمر
اک دائمی سا کرب وہ دل کو لگا گیا

آئے کسی کی یاد تو آنسو نکل پڑیں
کرتے ہیں کس طرح سے محبت، بتا گیا

کہنی تھی ایک بات مگر دیر ہو گئی
سننا تھا دل کا حال مگر وہ چلا گیا

دن رات کے گزرنے کی تخصیص نہ رہی
آیا جو کوئی یاد تو آتا چلا گیا

ٹھنڈک تھا وہ دلوں کی، سکوں تھا، قرار تھا
اک چاند تھا جو چاندنی ہر سو بچھا گیا

سکھ بانٹتا رہتا تھا مگر جانے کیا ہوا
اپنوں کو کس طرح سے وہ آنسو بنا گیا

﴿عطاء القدوس طاہر﴾

ہنستے ہوئے سہتے رہے صدمات مسلسل
گاتے رہے توحید کے نغمات مسلسل

اک دھن تھی محمدؐ کا رہے نام ہمیشہ
دیتے رہے دن رات ہدایات مسلسل

ہر صبح نئی صبح تھی، ہر شام نئی شام
ہر لحظہ ہر اک آن کرامات مسلسل

وہ فضل خداوند سے نصرت کے امیں تھے
بوتے رہے ہر ملک میں باغات مسلسل

جولائی میں، ہر سال ہوا جشنِ بہاراں
اللہ کی رحمت کی یہ برسات مسلسل

گرمی ہو کہ سردی ہو کہ طوفانی ہوائیں
ہر جمعہ کو دیتے رہے خطبات مسلسل

روحانی خزائن کے معلم تھے وہ یکسر
ملتی رہی طاہر سے یہ سوغات مسلسل

مسرور ہمیں بخشا جو طاہر لیا ہم سے
احمدؑ کے غلاموں پہ عنایات مسلسل

﴿قریشی فائق محی الدین﴾

تو ٹھنڈی گھنی چھاؤں سے لبریز شجر تھا
سائے میں ترے دھوپ کا نہ لو کا اثر تھا

ہر رنگ ترا رنگ تھا ہر حسن ترا حسن
تو نازش گل نازش صد شمس و قمر تھا

چھٹتے تھے تری ذات سے اندر کے اندھیرے
اس دہر کی ظلمات میں تو چاند نگر تھا

تھی برق سے بڑھ کر تیری رفتار کی تیزی
لمحات میں کاٹا تھا جو صدیوں کا سفر تھا

تو ابر تھا جو برسا سدا خشکی تری پر
خالی تیرے اس فیض سے نہ بحر نہ بر تھا

پیارے تیرے دیدار سے ہر آنکھ تھی روشن
اس دور میں ہر شخص کا تو نور نظر تھا

محبوب سے ملنے کی خوشی میں میرے آقا
کیوں باندھ لیا چپکے سے یوں رخت سفر تھا

روتے تھے تری یاد میں گل بوٹے شجر سب
کیا ہو گا گلستان کا ہر ایک کو ڈر تھا

دلبر نے مداوائے غم ہجر کیا ہے
طاہر جو لیا بدلے میں مسرور دیا ہے

﴿امتہ الرشید بدر﴾

خبر اک آج لندن سے بہت پُر سوز آئی ہے
امامِ پاک کی رحلت جو ٹی وی نے بتائی ہے

غم و اندوہ کا کوہِ گراں اوپر گرا میرے
کلیجہ منہ کو آیا ہے لبوں پر جان آئی ہے

دیارِ غیر سے ہی چل دیئے خُلد بریں آقا
کہا لبیک فوراً جب ندا مولا کی آئی ہے

اچانک حق تعالیٰ کی مشیت ہو گئی پوری
کبھی اس آزمائش کا نہ سوچا تھا جو آئی ہے

عطا صبر و سکوں یارب! مسیح کی اس جماعت کو
بہت ہی سخت سی یہ چوٹ ہم نے آج کھائی ہے

اسی کے ہیں ادھر ہی ایک دن ہم سب نے جانا ہے
خدا نے اپنی یہ تقدیر پہلے سے بتائی ہے

الٰہی! اتفاق و اتحادِ قوم ہو قائم
مصیبت میں رہیں ثابت قدم جو سر پہ آئی ہے

دعا اے ہم نشیں ہر دم دعائے خاص کا موسم
دعا تیری ہمیشہ مقبولیت کا شرف لائی ہے

دعائیں کر رہے ہیں مرد و زن پیر و جواں سارے
ہمیشہ ابتلاؤں میں فلاح ہم نے ہی پائی ہے

تو اپنے رب رحماں پر توکل کر بھروسہ رکھ
کہ قبضۂ تصّرف میں اسی کے سب خدائی ہے

توکل مومنوں کا ہے خدا کی ذات واحد پر
الٰہی سلسلوں کی بگڑی یونہی بنتی آئی ہے

خلیفہ تھا یہ ذوالقرنین دعوت کا جری اللہ
خدا کے دیں کی خاطر جان کی بازی لگائی ہے

صدائے مہدی موعود کی تبلیغ بھی اس نے
زمینوں کے کناروں تک پہنچ کر خود سنائی ہے

جلیل القدر تھا اک فرد یہ ابنائے فارس کا
رسولِ پاکؐ نے اک اک علامت خود بتائی ہے

انہیں کے دم سے نکلا غرب سے خورشیدِ روحانی
یہی وہ پیشگوئی تھی صحیفوں میں جو آئی ہے

کروڑوں کی ہدایت کے بنے موجب مرے آقا
سمٹ کر چاروں جانب سے زمیں قدموں میں آئی ہے

شہنشاہوں نے لی برکت مسیحا کے جو کپڑوں سے
انہیں کے دستِ بابرکت میں وہ برکت بھی آئی ہے

کلام اللہ کا درس اور خطابت میرے آقا کی
خزائن علم و عرفاں کے جماعت سنتی آئی ہے

علاجِ جسم و روح کے تھے بڑے ماہر میاں طاہؔر
خدا کے فضل سے ان سے شفاء لاکھوں نے پائی ہے

بتائیدِ خداوندی بلند پروازیاں ان کی
جلالی شان سے کم وقت میں منزل بھی پائی ہے

دلِ مغموم اب پچھتا رہا ہے اپنی غفلت پر
کہ جس نے جا کے ملنے کی کبھی فرصت نہ پائی ہے

ہمیں امید تھی ہجرت سے جلدی لوٹ آئیں گے
مشیت میرے مولا کی جو غالب آخر آئی ہے

ہمیشہ اپنے بندوں کی مدد کو وقت پر آئے
یہی سنت خداوندی یہی قدرت نمائی ہے

ہے دائم اس جماعت پر خدا کے فضل کا سایہ
وہ جھوٹی ہے جو افواہ دشمن دیں نے اڑائی ہے

خلافت کی امامت کا محافظ رب رحماں ہے
قبا یہ اس نے اب مسرور احمد کو پہنائی ہے

کریں گے ہم اطاعت ان کی ناصرؔ اب دل و جاں سے
خلافت کی اطاعت میں ہی ساری پارسائی ہے

تکبر اور نخوت سے رہو تم دور تر پیارو
شرافت کا جو حامی ہے وہ آخر میرا بھائی ہے

﴿ظہور احمد ناصر﴾

کیا تھا سماں بہار کا
کیا تھا نظارہ یار کا
کیا تھی تمہاری گفتگو
کیا تھا وہ لہجہ پیار کا

نکھری فضا تھی چار سُو
کیا تھا وہ گل بہار کا

ہر دن تمہاری دید تھی
ہر دن ہماری عید تھی
اک دن تو ہو گا روبرو
خواہش مری شدید تھی

ہر سو وہ چہرا یار کا
کیا تھا وہ گل بہار کا

چہرے پہ کیا جمال تھا
قدرت کی تو مثال تھا
مرے سنگ تری دعائیں تھیں
غموں کا نہ کچھ ملال تھا

کیا رنگ ترے اشعار کا
کیا تھا وہ گل بہار کا

صبح و شام تجھ کو دیکھنا
تجھے سوچنا تجھے چاہنا
مرا دل بہت مسرور تھا
یہ کیا اچانک روٹھنا

ترا روپ اک اوتار کا
کیا تھا وہ گل بہار کا

ہر گل کلی ہے رو پڑی
مری آنکھ ساون کی جھڑی
پھر وقت جیسے رک گیا
بے چین میری زندگی

وہ دن تھا میری ہار کا
کیا تھا وہ گل بہار کا

جانے یہ کیسی آس ہے
میرے لبوں پہ پیاس ہے
روٹھا ہے اس طرح سے تو
ساری فضا اداس ہے

کوئی دن نہیں قرار کا
کیا تھا وہ گل بہار کا

میرے خدایا صبر دے
یہ دن تھے قسمت میں لکھے
تیرا ہر حکم منظور ہے
بہتر وہی جو تو کرے

جلوہ تھا کیا دلدار کا
کیا تھا وہ گل بہار کا

﴿سید طاہر احمد زاہدؔ﴾

اے جانے والے تجھ پر رحمت خدا کرے
اے آنے والے اھلا و سھلا و مرحبا

آنکھیں ترس رہی تھیں کسی چہرے کی دید کو
پھر بدلیوں سے چاند نکلتا چلا گیا

اے آنے والے تیری کیا میں مثال دوں
احمد کے گلستاں کا تو ہے گل کھلا ہوا

آئی تمہاری یاد تو آنکھیں چھلک پڑیں
مسرورؔ کو جو دیکھا تو دل کو صبر ملا

مجھ کو غم جہاں کی زاہد نہیں فکر
ہمارے سروں پہ تیرا سایہ رہے سدا

﴿سید طاہر احمد زاہد﴾

اداسی

اداس موسم

اداس لمحے

اداس راتوں کے سارے سمئے

اداس من ہے

اداس تن ہے

اداس گلیاں

اداس سڑکیں

اداس سارے کے سارے رستے

اداس دل کا نگر ہوا ہے

اداس ہر اک شہر ہوا ہے

اداس سب ہی کا گھر ہوا ہے

اداس میرا شہر ہوا ہے

اداس سارا دہر ہوا ہے

یہ حادثہ کس کے گھر ہوا ہے؟

اداس موسم

اداس آنکھیں

اداس دل کی اداس باتیں

اداس لمحوں کی گردشوں میں

خوشی کی رب نے نوید دے دی

کرب سے تڑپے ہوئے دلوں کو

دعائے رنگ فرید دے دی

﴿ درثمین طاہر ﴾

بادباں بھی وہی ناؤ بھی، کنارے بھی وہی
غم کا ساگر بھی وہی، موج کے دھارے بھی وہی

مہرباں دیکھ! ترستی ہے ترے عکس کو آنکھ
چاندنی رات وہی، چاند ستارے بھی وہی

ایستادہ سر راہے ترے مہجور ۔ ہنوز
دیدہ و قلب وہی ، دید کے مارے بھی وہی

ایک تو ہی نہیں کلبۂ احزاں میں ولیک
شیشہ و مَے بھی وہی مَے کے دُلارے بھی وہی

چوٹ بھی پہلی ، مرے چارہ گراں بھی پہلے
درد بھی ویسا ، غم درد کے مارے بھی وہی

تو وہی، تری جدائی، تری یادیں بھی وہی
ہم وہی دل بھی وہی، دل کے سہارے بھی وہی

لوٹ کے کوئی نہ آیا کبھی پردیسوں سے
منزلیں بھی وہی، رستے بھی، اشارے بھی وہی

غیر تبدیل ہے یہ سنت مغروب و طلوع
آمد و رفت وہی، نور نظارے بھی وہی

ذات مولا کے سوا کس کو بقا ہے؟ ساؔحر
لائق حمد وہی حمد کے وارے بھی وہی

﴿ایچ۔آر۔ساؔحر﴾

اس شام کے دھندلے منظر میں اک خوف و حذر کا طوفاں تھا
اس شب کی اندھیری چادر میں اک غم کا سمندر پنہاں تھا

اک سیل رواں تھا اشکوں کا باضبط نگاہوں کی جانب
نمناک سی آنکھوں کے پیچھے اندوہ و الم کا طوفاں تھا

وہ پیکر الفت و مہر وفا، ہر شخص کے زخموں کا مرہم
ہر فرد کا اپنا تھا جو کبھی اب باغ جناں کا مہماں تھا

وہ داعی الی اللہ مرد خدا آپ اپنی مثال رہا ہر دم
دن بھر مصروفِ عمل رہتا ، ہر گام وہ رشک جواناں تھا

جس نے دیکھا دل دے بیٹھا جو آ بیٹھا اٹھ کر نہ گیا
اجلاس تھا اس کا کیا پیارا سب کی تسکین کا ساماں تھا

اللہ کے گھر پروانوں سے لب ریز ہوئے گل زار بنے
آئیں گی سکینت کی خبریں ہر فرد کو اس کا ایماں تھا

ہونٹوں پہ دعائیں تھیں ہر دم دل صبر کے دامن سے لپٹے
اس حال میں صبر ملا ہم کو، اللہ کا ہم پر احساں تھا

گزریں جو اماوس کی گھڑیاں اک چاند افق میں در آیا
اس چاند سے دل مسرور ہوئے ہر فرد کا چہرہ شاداں تھا

وہ چشمۂ حیواں پھر سے کھلا، تجدید وفا کا اذن ہوا
از راہ کرم مولا نے کیا پورا کہ جو اس کا پیماں تھا

اختؔر وہ مئے عرفاں اب بھی بٹتی ہے بہ فیض ایم ٹی اے
اب بھی ہے مہیا کل بھی جو مشروب طہور فراواں تھا

﴿محمد سلیم اخترؔ﴾

آنکھیں موند کے، اک لمحے میں زیست کا منظر بدل دیا
وصل کی وادی میں جاپہنچے، میرا مقدر بدل دیا

داغ ہجرت دل پر سہہ کر عشق کا دریا پار کیا
ایک مہاجر نے پھر جا کر سارا منظر بدل دیا

آپ کا ایم ۔ ٹی ۔ اے ہے مرزا طاہر احمد زندہ باد
آپ نے پس منظر میں جا کر سب کچھ یکسر بدل دیا

قادر مطلق خود کہتا ہے "انی معک یا مسرور "
ایک نظر ڈالی ہم سب پر سب کو سراسر بدل دیا

چہرہ اس کا ہے پر نور ، دل اس کا ، دکھ درد ، سرور
ہاتھ میں ہاتھ لیا جب اس نے دل کا مصدر بدل دیا

ان کی آنکھ کا تارا ہے وہ ، ان کا راج دلارا ہے وہ
مولا ان کا حافظ و ناصر، سارا ہی گھر بدل دیا

﴿راجہ غالب احمد﴾

میں نے جو اس دلِ مسرور کی بیعت کی ہے
سلسلہ وار تعلق کی اطاعت کی ہے

ہے خدا ہی کی جلائی ہوئی بے شک دیکھو
اتنی ضو بار جو یہ شمع صداقت کی ہے

کیوں نہ میں حشر تلک اس کے ہی رنگوں میں رہوں
یہ جو تصویرِ ابد تابِ ہدایت کی ہے

خود بخود کھلتا چلا جائے گا احوال مرا
مجھے کہنا نہ پڑے گا کہ محبت کی ہے

حکمراں کتنے ہی آتے ہیں چلے جاتے ہیں
بات ساری تو فقط دل پہ حکومت کی ہے

اس کی خوشبو کا تسلسل تو رہے گا دائم
وہ جو مٹی کے سپرد ایک امانت کی ہے

آرزو ہے کہ ظفرؔ ہو وہ کسی طور قبول
میں نے جو پیش، بصد ناز، شہادت کی ہے

﴿صابر ظفرؔ﴾